حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اردو ترجمہ

تاریخ عمر بن الخطاب

مصنف

الامام الحافظ ابی الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی

مترجم

مولانا محمد [illegible] چترالی مدظلہم

بیت العلوم

حضرت عمر بن خطاب

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر حالاتِ مؤلف

نام و نسب:

ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی سنہ ۵۱۰ھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ جب پڑھنے کی عمر کو پہنچے تو ان کی پھوپھی نے ان کو ابوالفضل بن ناصر کی خدمت میں حصول تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ ان سے علم حدیث اور دیگر علوم و فنون بھی حاصل کئے۔

آپ کے مشہور اساتذہ:

ابوالفضل بن ناصر، ابوالقاسم بن الحصین، ابوالحسن بن محمد البارع۔

آپ کے مناقب:

حضرت ابن الجوزیؒ اپنے معاصر علماء میں واعظ، خوش خلق اور مرتب حسنہ میں بہت مشہور ہوئے آپ کے درس کو سننے کے لئے لوگ دیوانہ وار آتے اور صبح سے شام تک بیٹھے رہتے۔

آپ کی تالیفات:

آپ کی مشہور تالیفات (۱) کتاب المغنی ۱۱ جلدیں (۲) زاد المسیر فی علم التفسیر ۸ جلد میں۔ (۳) ناسخ القرآن و منسوخہ (۴) فنون الافنان فی علم القرآن (۵) جامع المسانید بحصر الاسانید ۷ جلدیں (۶) المختصر من معانی الصحیحین (۷) الضعفاء والمتروکین (۸) الموضوعات (۹) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم ۱۰ جلدیں۔ (۱۰) منہاج الوصول الی علم الاصول۔ (۱۱) منہاج اہل الاصابۃ فی محبۃ القرآن و صحابہ اسی طرح زہد، رقائق، مناقب، فقہ، فضائل و طب میں بھی آپ کی کثیر التعداد تصانیف موجود ہیں۔

﴿مقدمہ﴾

تمام تعریفیں اس عظیم ذات کے لئے ہیں جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پیدا فرمایا۔ اور اپنی حکمت سے اس کو قدرت گویائی دی اور حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آغاز بعثت میں کفار کی ایذاء رسانی سے آپ کو آزمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دولت دے کر اسلام کو عزت بخشی۔ اور درود کاملہ نازل ہو حضرت محمد ﷺ پر اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین پر۔

اما بعد: اولیاء اللہ کا تذکرہ بیماروں کے لئے تریاق اور دکھی دلوں کے لئے باعث جلاء ہے۔ خصوصاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ تو تجدید ایمان کا سبب ہے۔ اب میں جس شخصیت کا تذکرہ کرنے چلا ہوں وہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ انہوں نے علم و عمل کو ایسے جمع کیا کہ تمام علماء حیرت زدہ ہیں۔ سیاست و حکمرانی میں عدل و انصاف اور محنت میں ایسی مثال قائم کی کہ آج تک ملوک و سلاطین ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ زہد و صبر میں اعلیٰ نمونہ چھوڑا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے فضائل و مناقب، اخبار و افعال اور سیرت کو اس کتاب میں جمع کیا تا کہ اس کو پڑھنے، سننے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو نفع پہنچے۔ میں نے اس کتاب کو اتنی ابواب پر تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی درستگی کی توفیق بخشنے والا ہے اور وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

بنت ھاشم ذی الرمحین بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ہے، اور انہوں نے یہ کہا ہے جنہوں نے بنت ہشام لکھا ہے وہ ان کا وہم اور غلطی ہے۔ اس لئے کہ ہشام بن المغیرہ تو ابوجہل کا والد ہے۔ اور یہ حارث بن ہشام اور ابوجہل بن ہشام کے چچا ہاشم کی بیٹی ہے۔ البتہ دارقطنی کا یہ کہنا "ہاشم کو ذی الرمحین بھی کہا جاتا تھا" محل نظر ہے۔ اس لئے کہ ابن بکار ماہر انساب ہے وہ کہتا ہے المغیرہ بن عبداللہ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: ھاشم، ھشام، ابوحذیفہ ہیشم۔ ربیعۃ والرمحین، ابوامیہ زادالرکب لہٰذا اس سے معلوم ہوا ھاشم اور ھشام آپس میں بھائی ہیں۔ اور ھاشم حضرت عمر کے نانا ہیں اور ھشام الحارث اور ابوجہل کے والد ہیں۔

عبدالغنی الحافظ نے نسب اس طرح بیان کیا ہے حنتمہ بنت سعد بن المغیرہ تو یہ غلط ہے درست نسب وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔

آپ کی کنیت ابوحفص ہے۔ حفص عربی زبان میں شیر کو کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: یہ کنیت میرے لئے سب سے پہلے حضور ﷺ نے استعمال کی مجھ سے فرمایا: "یا ابا حفص انفعل عمہ نبیک؟" میں نے عرض کیا آپ حکم دیجئے میں اس کو قبول کر دوں۔ چنانچہ یہ کنیت میرے لئے آپؐ نے سب سے پہلے رکھی۔

آپ کی صفت و ہیئت:

آپ کی صفت آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں: آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ قد لمبا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر ایسر یعنی دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والے تھے۔ حضرت عبید بن عمر کہتے ہیں: حضرت عمر طویل وجسیم تھے۔ سر کے بال کم تھے، رنگ زیادہ سفید تھا۔ آنکھیں بہت زیادہ سرخ تھیں، داڑھی خفیف تھی۔ بالوں کے کنارے سرخ تھے آپ کم ہنسا کرتے تھے، کسی سے مزاح نہ کرتے، بڑی شان سے چلا کرتے تھے۔ آپ بائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی استعمال کرتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ مہندی کے ساتھ کتم بوٹے کا

زمانہ جاہلیت میں آپ کا مرتبہ:

معروف بن خربوذ کہتے ہیں: قریش کی سفارت کا عہدہ آپ کے پاس تھا۔ قریش کا کسی قبیلے کے ساتھ لڑائی یا اور کوئی اختلاف ہوتا تو سفیر کے طور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجتے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام کے لئے حضورؐ کی دعا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپؐ نے یہ دعا فرمائی تھی: ''اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک، بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام'' اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو آپ کو پسند ہو اس کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما'' حضرت عمر بن خطاب اللہ کو پسند تھے سو انہیں شرف اسلام نصیب ہوا۔

آپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ سے الجھنے اور ان کو چھیڑنے کی غرض سے باہر نکلا۔ تو دیکھا وہ مسجد کے اندر چلے گئے، میں پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں قرآن کی ترتیب و الفاظ سن کر حیران رہ گیا۔ اور مجھے پسند آیا۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! واقعۃ یہ شاعر ہے۔ جیسا کہ قریش کے لوگ بھی کہتے ہیں پھر جب انہوں نے یہ آیات ''انه لقول رسول کریم ○ و ما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤ منون ○ پڑھیں تو میں نے کہا کاہن ہیں۔ تو آپؐ نے یہ آیات پڑھیں۔ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون ○ تنزیل من رب العالمین ○ ولو تقول علینا بعض الاقاویل ○ لاخذ نا منہ بالیمین ○ ثم لقطعنا منہ الوتین ○ فما منکم من احد عنہ حاجزین ○ (الحاقہ: ۴۰۔۴۷) اس وقت اسلام میرے دل میں اتر گیا تھا۔

باقاعدہ اعلان اسلام کا واقعہ:

اس کے متعلق چار اقوال ہیں:

پہلا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں ابن اسحاق کے مطابق آپ کا ماموں ابوجہل ہے اس کے علاوہ ہونے کا بھی ذکر اوپر آ گیا ہے آپ کا ماموں العاص بن ہاشم ہے۔ جو غزوہ بدر میں بحالت کفر مقتول ہوا۔ ابن سعد وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کو قتل کرنے والے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن شہاب نے کہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان مجلس میں تشریف فرما تھے اتنے میں سعید بن العاص وہاں سے گذرے اور سلام کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا میرے بھتیجے! بدر کے دن تیرے باپ کو میں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ماموں العاص بن ہشام کو قتل کیا تھا۔ مجھے ایک مشرک کو قتل کرنے پر عذر خواہی کی ضرورت نہیں ہے تو سعید بن العاص نے کہا۔ اگر آپ نے ان کو قتل بھی کیا ہے۔ تو آپ حق پر وہ باطل پر۔ یہاں ان کو عاص بن ہشام کے ساتھ ذکر کیا گیا جبکہ وہ عاص ابن الہاشم ہے۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعتذار اس لئے تھا کہ بدر کے دن العاص بن سعید بن العاص بھی قتل ہوئے تھے اور العاص بن ہاشم بن المغیرہ بن مخزوم کے۔ دونوں ہی مقتول ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتانا چاہتے تھے کہ انہوں نے اپنے ماموں العاص کو قتل کیا ہے نہ کہ سعید کے والد العاص کو۔ پھر بھی سعید آپ کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں سہمے بیٹھے تھے اتنے میں العاص بن وائل السہمی، والد عمرو بن العاص تشریف لائے۔ خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا وہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف ہوا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے اسلام لانے کی وجہ سے تیری قوم مجھے قتل کرنے لگی ہے وہ کہنے لگا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ کو امان دی گئی۔ یہ کہہ کر العاص باہر نکلے دیکھا لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہے۔ پوچھا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے خطاب کا بیٹا بددین ہو گیا ہے اس کی خبر لینے کے لئے العاص نے کہا: تم وہاں نہیں جا سکتے ان کے کہنے پر یہ سارے لوگ واپس لوٹ گئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے

گھر کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہاں قرآن
کریم پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر وہ پردے کے پیچھے روپوش ہو گئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، کہنے لگے یہ آہستہ آہستہ آواز کیسی تھی؟ انہوں نے کہا
آپس میں باتیں کر رہے تھے، کہنے لگے: مجھے لگتا ہے تم صابی بن گئے ہو، تمہارا دین چھوڑ
بیٹھے ہو۔ بہنوئی نے کہا: مجھے بتایئے اگر تیرے دین کے علاوہ کوئی دین سچا ہو تو؟ یہ کہنا تھا کہ
عمر رضی اللہ عنہ ان پر ٹوٹ پڑے، ان کو پے در پے مارنے لگے، بہن نے آ کر بھائی کو ہٹایا تو
بہن کو ایک زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے چہرہ خون آلود ہو گیا۔ وہ غصے کی حالت میں
بولنے لگیں، اگر یہ مذہب دین حق ہے تو میں نے اسے اختیار کر لیا ہے "اشهد ان لا اله الا الله و
اشهد ان محمدا رسول الله" حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں بول کہنے لگے وہ کتاب مجھے
دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے، تاکہ میں بھی اس کو پڑھ لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھنے کی قدرت
رکھتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ نے کہا تم ناپاک ہو، اس کو پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔

"لا یمسه الا المطهرون" (واقعہ: ۷۹)

اٹھو غسل یا وضو کرو، وضو کر کے کتاب کو ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگے اور سورۃ طٰہٰ پڑھتے
رہے (انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني و اقم الصلوة لذكري) تک پڑھنے کے
بعد فرمایا: محمد ﷺ کے بارے میں بتاؤ، وہ کہاں ہیں۔ خباب رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو باہر
تشریف لے آئے اور فرمایا: عمر! تجھے خوشخبری ہو، میری امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے
جمعرات کے روز کی دعا تیرے حق میں قبول ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا:

"اللهم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب او بابي جهل بن
هشام"

"اے اللہ عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعے اسلام کو
تقویت دے"

آپ ﷺ صفا کے دامن میں واقع گھر میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں
سے چل کر اس مقام پر پہنچے جہاں آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے، گھر کے دروازے کے پاس

دربار الٰہی میں عرض کریں گے میرے رب! اس دو شخص تھا میری تصدیق کی جب انہوں نے مجھے آشکار کیا۔ جس کو چھپایا جا رہا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے آئیں گے ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت تک پہنچا دیں گے جبکہ دوسرے تمام لوگ ابھی حساب کے مراحل سے گزر رہے ہوں گے۔

لقب ”الفاروق“ سے ملقب ہونے کی وجہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کو کس وجہ سے الفاروق کہا جاتا ہے؟ تو فرمایا میرے سلام لانے پر آپ ﷺ نے ہمیں مسجد کی طرف جانے کا حکم دیا۔ دو جماعتوں قطاروں میں مسجد کی طرف اس طرح چل پڑے کہ چکی کے گرد آٹے کی طرح گرد اڑاتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ اس روز آپ ﷺ نے مجھے الفاروق کے عظیم لقب سے ملقب فرمایا۔

ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے حق عمر کی زبان اور دل پر جاری فرما دیا۔ وہ فاروق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق و باطل کے درمیان امتیاز کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷۰)

ابو عمرو بن ذکوان کہتے ہیں: میں نے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: عمر رضی اللہ عنہ کو الفاروق کا لقب کس نے دیا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

نزال بن سبرۃ الہلالی کہتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ فرما دیجئے۔ تو فرمایا وہ ایسے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فاروق کے نام سے موسوم فرمایا۔ ان کے ذریعے حق و باطل کے درمیان فرق کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”اللھم اعز الاسلام بعمر“ ترجمہ: اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

(الریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۲۷۰)

ہجرت کا واقعہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی

الہام پایا جاتا) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمر ہو سکتا ہے۔

(مسلم شریف جلد ۲ باب فضائل عمرؓ ص ۲۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ ہوتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا، اس امت میں اگر ایسا شخص ہو سکتا ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری ج۱ ص ۵۲۱)

شیطان کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر بھاگ جانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں اونچی باتیں کر رہی تھیں، آوازیں ان کی بلند ہو رہی تھیں، اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی تو عورتیں پردہ کرنے لگیں، حضور ﷺ نے ان کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی وہ اندر داخل ہوئے، اور آپ ﷺ ہنس رہے تھے، عمر نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ ساری عمر آپ کو خوش رکھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے جب آپ کی آواز سنی تو جلدی سے حجاب کرنے لگیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کو تو آپ سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے اپنے نفس کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتی؟

تو انہوں نے کہا ہاں تم زیادہ سخت مزاج ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جس راستے پر چلتے ہو شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسری راہ چلا جاتا ہے۔ (بخاری شریف کتاب مناقب عمرؓ ج۱ ص ۵۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے، ہم نے باہر سے کچھ آوازیں اور بچوں کا شور سنائی دیا، آپ ﷺ نے دروازے سے باہر دیکھا تو حبشہ کے کچھ لوگ ناچ رہے ہیں اور بچے ان کے پاس کھڑے ہیں، حضور ﷺ نے مجھے آواز دی عائشہ! آؤ تم بھی دیکھو، میں آئی اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہو گئی اپنی ٹھوڑی آپ ﷺ کے شانے پر رکھ کر آپ کے شانے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی، میں دیکھتی رہی اور آپ ﷺ پوچھتے رہے

ابھی سیر ہوئے؟ میں کہتی رہی نہیں، ابھی نہیں، تاکہ میں آنحضرت ﷺ کے دل میں اپنی حیثیت کو معلوم کرلوں۔ اتنے میں عمرؓ آگئے، انہیں دیکھ کر لوگ ادھر ادھر منتشر ہوگئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں انسی اور جنی شیطان کو عمرؓ سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(الترمذی، المناقب ۳۶۹۲)

جنت کی بشارت:

سعد بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے۔ سعد بن مالک جنتی ہے۔ عبدالرحمٰن جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے۔ راوی کہتے اگر چاہوں تو نویں جنتی کا بھی نام لوں؟ لوگوں نے مضطرب ہوکر اس کا نام بتانے پر اصرار کرنے لگے تو انہوں نے کہا: اگر تم اصرار کرتے تو میں اس کا نام نہ بتاتا، مگر تم لوگوں نے شدت کے ساتھ اصرار کیا ہے۔ تو سن لو وہ میں ہوں، اور دسویں کو رسول اللہ ﷺ پورا فرمائیں گے۔ پھر کہنے لگے: ان حضرات کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں ایک معرکہ جس میں ان کے چہرے غبار آلود ہوگئے تھے، تمہاری ساری عمر کی تمام عبادتوں سے کہیں بہتر ہے۔ اگرچہ تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ملے۔

(مسند احمد ابن حنبل ۱۸۷، ص ۵۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا: آج تم میں سے کون کسی جنازے میں شریک ہوا ہے؟ تو عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں، آپ ﷺ نے پوچھا آج کس نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ تو عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا آج کس کا روزہ ہے؟ تو عمرؓ نے کہا میرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وجبت، وجبت'' واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، یعنی جنت واجب ہوگئی۔

{ابو یعلیٰ ۳۱۱۶}

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنی ضرورت کے لئے مدینے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا، جب آپ باغ کے اندر داخل ہوئے تو میں نے کہا: آج میں آپ ﷺ کی دربانی کروں گا،

حالانکہ حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم نہیں فرمایا تھا، چنانچہ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے،
اور اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئے۔ پھر آپ کنویں کے منڈیر پر تشریف فرما ہوئے۔
پنڈلیاں کھول کر پاؤں کنویں کے اندر لٹکا دیے اسی دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باغ کے
دروازے پر آ کر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا تم یہیں ٹھہرے
رہو میں حضور ﷺ سے پوچھ آتا ہوں میں نے خدمت نبوی میں عرض کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ
اندر آنا چاہتے ہیں فرمایا: آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی انہیں سنا دو۔ مسلم شریف میں
حضرت جابر کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کھجوروں کے ان
درختوں کے اندر سے ایک جنتی شخص نمودار ہوگا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف
لائے ہم نے ان کو مبارکباد دی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا۔ کھجوروں کے ان درختوں کے
بیچ سے ایک شخص نمودار ہوگا۔ جو جنتی ہے اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے ہم نے انہیں بھی
جنت کی مبارکباد دی۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کھجوروں کے ان درختوں کے درمیان سے اہل
جنت میں سے ایک شخص آئے گا دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔

(مسند احمد ۳/ص ۳۵۶)

حضورؐ کا حضرت عمرؓ کو یا اخی فرمانا:

حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا "یا اخی لا تنسنا من دعائک" اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھنا پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "یا اخی اشرکنا فی دعائک" اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں شریک کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے آپ ﷺ کے الفاظ "یا اخی" کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چیز بھی محبوب نہیں ہے۔

اہل جنت کا چراغ:

حضور ﷺ نے فرمایا: عمر اہل جنت کا چراغ ہے۔ (مسند احمد، ابن سعد: ۳/۳۰۳)

کی جگہ میں انگلیوں والی تجلی سے تیرے جیسوں کی دین کے بختوں میں لوٹے گا تھوڑا ہوگا۔ بھاری
اتنا ہوگا کہ پوری دنیا کے لوگ بھی نہیں اٹھا سکیں گے۔ مگر وہ اس کو اسی طرح اٹھا لیں گے جیسے
کہ میری اس انگلی کو اٹھانا آسان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسی کیفیت میں
ہوں کہ جو فرمایا۔ ہاں میں نے عرض کیا تب میں ان کے لئے کافی ہوں گا۔ (دیلمی کتاب الفردوس)

عمرؓ کی ایک اور فضیلت:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب"

"اگر میرے بعد نبی آتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا۔"

(مسند احمد ۴/۱۵۴، ترمذی مناقب، رقم ۳۶۸۶، مستدرک)

جبرئیل کی زبانی آپؓ کی فضیلت:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: آسمان والوں کے پاس عمر کا کیا مقام ہے؟ ذرا بیان کیجئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا محمد! اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر برابر رہوں تو سو سال کی مقدار میں بیٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت سنانے لگوں تو ان کی ایک فضیلت بھی پوری نہیں ہوگی۔ عمر، ابوبکر کی نیکیوں میں ایک نیکی ہے۔ (کنز العمال ۱۲/۳۰۳)

حضرت عمرؓ کے لئے حضور کی دعا:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عمر کو سفید رنگ کی خوبصورت قمیص پہنے دیکھ کر فرمایا: تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے؟ عمر نے کہا: دھلے ہوئے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "البس جدیدا، وعش حمیدا، ومت شهیدا" نئے لباس پہنو، معزز زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو۔" (کنز العمال ۱۲/۳۰۳)

رسول اللہ ﷺ کا خواب جو عمرؓ کی فضیلت ظاہر کرتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے

خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک ٹیلے کے پاس کھڑے ہیں۔ اتنے میں ابوبکرؓ اٹھے اور وہ ایک چھوٹا سا ڈول لے کر وہاں سے پانی نکالنے لگے۔ ان سے بعض دفعہ کمزوری بھی ہو جاتی۔ پھر ڈول کو عمرؓ نے ہاتھ میں لیا۔ ان کے ہاتھ میں آ کر وہ ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنا کام شروع کیا یہاں تک کہ سارے لوگ سیراب اور فیضیاب ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک یا دو ڈول نکال لیا۔ پھر تم آ گئے اے ابوبکر! تم نے بھی ایک دو ڈول نکال لیا۔ پھر عمرؓ آ گئے، انہوں نے پانی نکالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ چھوٹا ڈول ان کے ہاتھ میں ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے لوگ سیراب ہونے لگے۔ ابوبکر! تم اس خواب کی تعبیر دو۔ ابوبکرؓ نے کہا: آپ کے بعد خلافت مجھے ملے گی میرے بعد عمرؓ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے نے بھی اس طرح تعبیر بیان کی ہے۔

(بخاری، الفتح ۱۲ ص ۴۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کالے رنگ کی بکریوں کے لئے کنویں سے پانی نکال رہا ہوں ان کے ساتھ پیلے رنگ کی بکریاں شامل ہو گئیں۔ اتنے میں ابوبکرؓ آ گئے، انہوں نے دو ڈول نکالے مگر ان میں تھوڑی سی کمزوری تھی (اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے) پھر عمرؓ آ گئے، انہوں نے ڈول ہاتھ میں لیا وہ ان کے ہاتھ میں ایک بہت بڑے ڈول میں بدل گیا۔ انہوں نے لوگوں کو خوب سیراب کیا۔ بکریاں بھی سیراب ہو کر لوٹیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اس خواب کی تعبیر یوں کی کالے رنگ کی بکریوں کی تعبیر عرب اور پیلی عجم ہیں۔

(مجمع الزوائد، فضائل عمر ص ۷۱، مسند احمد ص ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے، میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک پیالے میں دودھ دیا گیا۔ جس سے میں پینے لگا، اس کے اطراف سے دودھ چھلکنے لگا، اتنے میں عمرؓ آ گئے، میں نے بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

(بخاری، مسلم، مسند احمد ۲/۸۳)

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں ان میں سے بعض لوگ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہیں کہ وہ صرف ان کے سینوں تک ہے بعض کے اس سے بھی نیچے تک اور عمر کو میرے سامنے لایا گیا تو ان کی قمیص زمین تک پہنچی ہوئی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا تو پھر آپ نے کیا تعبیر کی؟ فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔ (بخاری مناقب عمر بن الخطاب ۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے خواب میں خود کو جنت میں دیکھا استے میں ایک محل کے پاس ایک عورت کو وضو کرتے دیکھا میں نے کہا یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ عمر کا ہے۔ مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی تو میں پیچھے کو لوٹا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے، اور فرمایا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا اس میں سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ ایک قریشی جوان کا ہے میں نے خیال کیا وہ میں خود ہو سکتا ہوں۔ میں نے کہا، وہ کون ہے؟ بتایا گیا وہ عمر بن الخطاب ہے۔ عمر کو خطاب کر کے فرمایا: عمر! تیری غیرت کی وجہ سے میں اس میں داخل نہیں ہوا تو حضرت عمر رونے لگے اور فرمایا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر غصہ کیا جائے گا؟

(بخاری، مسلم، مسند احمد)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جب جنت میں داخل ہوا تو میں اپنے آگے آگے ایک خفیف سی آواز اور حرکت محسوس کی، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا یہ بلال ہے، میں آگے چلتا رہا۔ میں نے دیکھا اکثر جنتی فقراء، مہاجرین اور مسلمانوں کے بچے ہیں اس میں سب سے کم عورتیں اور اغنیاء ہیں وجہ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا اغنیاء ابھی جنت کے دروازے پر احتساب کے لئے روکے گئے ہیں۔ اور عورتوں کو ریشم اور سونے چاندی کی چمک نے غفلت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد میں جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازے سے نکلا۔ جب دروازے تک پہنچا تو ایک ترازو لایا گیا۔

جس کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا تو میرا پلڑا جھک گیا، پھر ابوبکر کو لایا گیا ان کو ایک پلڑے میں اور میری تمام امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابوبکر کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر کو لایا گیا ان کو بھی ایک پلڑے میں اور میری ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عمر کا پلڑا جھک گیا

([illegible])

ابوبکرؓ وعمرؓ کی اجتماعی فضیلت پر احادیث:

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جنت میں نیچے درجے والے اوپر کے درجے والوں کا اس طرح نظارہ کریں گے جس طرح (زمین والے) آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کا کرتے ہیں ابوبکر وعمر انہیں میں سے ہیں۔ یہ کیا ہی عظیم نعمت ہے۔

(ترمذی الفضائل ۳۶۵۸ [illegible] ابن ماجہ ۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز پڑھا کر ہماری طرف رخ کرتے فرمایا: ایک شخص ایک گائے کو ہانک کر لے جا رہا تھا، راستے میں اس پر سوار ہو گیا گائے بولنے لگی: ہم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے ہم تو زمین جوتنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بولتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں، ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس وقت ابوبکر وعمرؓ مجلس میں موجود نہیں تھے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا اچانک ان پر بھیڑیا حملہ آور ہوا اور ان میں سے ایک بکری اٹھا لے گیا۔ اس شخص نے اس کا پیچھا کر کے بکری کو اس سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا: اب تو تو نے اس کو مجھ سے چھڑا لیا، درندوں کے دن اس کی حفاظت کون کریگا جس دن میرے علاوہ اور کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی بولتا ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر وعمر کا بھی اس پر ایمان ہے۔ اس وقت بھی یہ دونوں حضرات موجود نہیں تھے۔ (بخاری، مسلم [illegible])

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور حضور ﷺ مسجد میں تھے تیسرا

کوئی شخص ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ اتنے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر سامنے سے رونما ہوئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: علی! یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ جنت میں تمام عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہوں گے، یہ بات انہیں بتانا مت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کی وفات تک نہ ان کو بتایا نہ ان کے علاوہ کسی اور کو۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۶۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا، اتنے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! قریب ہو جاؤ، میں آپ کے قریب آ گیا، فرمایا تم ان دونوں کو دیکھ رہے ہو؟ انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اہل جنت کے عمر رسیدہ افراد کے سردار ہیں، علی انہیں یہ بات مت بتانا۔

ثعلب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے یہ بات ان سے چھپا دی، اگر بتا دیتے تو اس عظیم نعمت کے شکر میں بہت زیادہ عبادت کر کے خود کو سخت مشقت میں ڈال دیتے، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اتنے زیادہ قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ (ترمذی ۳۶۶۶ مسند احمد ۱/۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے بعد ان دونوں (ابوبکر و عمر) کی پیروی کرو۔ (ترمذی ابن ماجہ ۹۷ ترمذی ح ۳۶۶۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرو، عمار کی راہ چلو، ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے علم کے ساتھ تمسک اختیار کرو۔ (مسند احمد ج ۵، ۳۸۲ ...)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم میری عمر کتنی باقی ہے، حضرت ابوبکر و عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرو اور عمار کی رہنمائی سے ہدایت حاصل کرو، عبداللہ بن مسعود تمہارے سامنے جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو اور اس پر یقین کرو۔ (ترمذی ۳۶۶۳ ابن ماجہ ۹۷ مسند احمد ۵/۳۸۵)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں نے جبریل سے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ فضیلت بیان کرو تو جبریل نے کہا: اگر میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال تک بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا چلوں تب بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہیں ہوں گے۔ اور عمر، ابوبکر کی حسنات میں سے ایک حسنہ (نیکی) ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور ﷺ جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لاتے، تو ابوبکر و عمر کے علاوہ کوئی اور آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ دو حضرات آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور حضور ﷺ ان کی طرف نظر فرماتے، ان سے تبسم کے ساتھ کلام کرتے اور حضور ان سے کھل کھلا کر بات چیت فرماتے۔

(ترمذی ۳۶۶۸)

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے دو وزیر اہل سماء میں جبریل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (مستدرک ۲۰)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمان والوں میں حضرت جبریل و میکائیل (علیہما السلام) کے ذریعے میری تائید فرمائی اور زمین والوں میں ابوبکر و عمر کے ذریعے میری مدد فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر و عمر کو خطاب کر کے فرمایا: تم دونوں کی مثالیں فرشتوں اور انبیاء میں ہیں تمہیں نہ بتاؤں؟ ابوبکر! تمہاری مثال ملائکہ میں میکائیل کی طرح ہے جو باران رحمت لیکر نازل ہوتا ہے۔ اور انبیاء میں تیری مثال ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہوں نے فرمایا تھا: "فمن تبعني فانه مني و من عصاني فانك غفور رحيم" جو میری پیروی کریگا وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کریگا (یا اللہ) آپ ہی بخشنے اور رحم کرنے والے ہیں۔

عمر! تیری مثال ملائکہ میں جبریل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب و شدت لیکر نازل ہوتا ہے اور انبیاء میں تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام ہیں انہوں نے فرمایا تھا۔

ساتھ بغض وعناد رکھنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا منافق بددین اور بدبخت ہی ہو سکتا ہے۔ ان کے ساتھ محبت کار ثواب اور ان سے بغض دین سے دوری ہے۔ کیا ہوا کہ لوگ اللہ کے رسول کے بھائیوں ان کے وزیروں، ان کے دوستوں قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے شیوخ کو ہلکے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میں بری اور بیزار ہوں۔ اور ان کو سزا بھی دوں گا۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کے مرتبے کو پہچاننا سنت ہے:

حضرت عبداللہ ؒ فرماتے ہیں: ابوبکر و عمر کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے مرتبہ کو جاننا سنت ہے، عبدالعزیز بن جعفر الملوی نے کہا ہے، میں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا: ابوبکر و عمر کے ساتھ محبت کرنا سنت ہے؟ تو فرمایا: نہیں بلکہ فرض ہے۔

حضرت مالک بن انس ؒ فرماتے ہیں: حضرات اسلاف کرام اپنی اولاد کو ابوبکر و عمر کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دیتے جس طرح قرآن کی وہ تعلیم دیتے۔

ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ فرماتے ہیں: جو شخص ابوبکر و عمر کی فضیلت سے ناواقف ہے وہ سنت سے بے خبر ہے۔ حضرت ابوجعفر ہی کا کہنا ہے، ابوبکر میرے دادا ہیں، کیا کوئی شخص اپنے آباء واجداد کو گالی دے سکتا ہے؟ اگر میں ان کے دشمنوں سے بیزاری نہ کروں اور ان کی خلافت کا قائل نہ ہوں تو کیا کل قیامت کے دن محمد ﷺ کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی؟

حضرت زید بن علی کہتے ہیں: ابوبکر و عمر سے براءت علی سے براءت ہے۔

شعیب بن حرب کہتے ہیں میں نے مالک بن معول سے کہا: مجھے وصیت کیجئے، فرمایا: میں تجھے حضرات شیخین ابوبکر و عمر ؓ کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کی بھرپور توفیق اور حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ تو فرمایا: میرے میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں۔ جس طرح تم توحید میں پختہ ہو اتنا ہی ان حضرات کی محبت میں بھی پختہ ہو جانا چاہئے۔

ایک شخص نے حضرت علی بن حسین زین العابدین سے کہا: حضور ﷺ کے ہاں ابوبکر و عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: جس طرح آج ان کا مرتبہ ہے کہ ان کے ساتھ محو استراحت ہیں۔

مرسلین کے علاوہ ابوبکر وعمر تمام آسمان والوں اور زمین والوں سے افضل ترین ہیں۔

حضرت شعبہ فرماتے ہیں ہمارے تمام اساتذہ کرام جن سے ہم نے فیض حاصل کیا ہے ان تمام کے تمام حضرات شیخین کی تعریف اور بیان فضیلت میں رطب اللسان تھے۔

عبد خیر فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد جنت میں سب سے پہلے کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ابوبکر و عمر۔ میں نے پھر پوچھا: یا امیر المؤمنین! آپ سے بھی پہلے داخل ہوں گے؟ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو اگایا اور جاندار پیدا کیے وہ اس وقت جنت کے پھلوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، جو شخص علی کو ابوبکر و عمر پر مقدم مانتے ہیں وہ حضرات مہاجرین و انصار پر عیب لگاتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ ان کے اعمال رائیگاں نہ ہوں۔

آپؓ کی دینی پختگی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا: غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کے ستر افراد قتل ہوئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے مشورہ دیا: اے اللہ کے نبی! یہ تمہاری قوم اور تمہارے خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اور اس سے ہماری معاشی قوت بہتر ہوگی، اور اس مال کو ہم اپنی قوت بڑھانے میں استعمال کریں گے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی دولت سے نوازیں گے اور یہ ہمارے ممد و معاون بن جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: فرمایا ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ فرمایا: اس معاملہ میں میں ابوبکر کی رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کروں گا، میری رائے یہ ہے کہ آپ مجھے فلاں کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے (اپنے کسی رشتے دار کا نام لیا) تاکہ میں اس کی گردن اڑادوں اور علی کو اجازت دیجئے کہ وہ عقیل کی گردن اڑادے، اور حمزہ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی کا کام تمام کر دے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری دینی پختگی کو جان لے اور یہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو نماز جنازہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ آپ تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں آپ ﷺ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ عبداللہ بن ابی کی نماز پڑھا رہے ہیں جس نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں بات کی تھی؟ میں نے وہ تمام دن گنوا دیے جس میں اس نے بیہودہ سرائی کی تھی۔ جب میں نے بہت سارے ایام کو گن لیا تو آپ نے فرمایا: عمر! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے، میں نے اس کو اختیار کیا ہے مجھ کو یہ فرمایا گیا ہے: ''استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم'' اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کی بخشش ہوگی تو ستر سے زیادہ نمازیں بھی پڑھا دیتا۔ آپ نے یہ ارشاد فرما کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر تک ساتھ تشریف لے گئے، اور تدفین تک وہاں رہے۔ میں اپنی جسارت پر تعجب کرتا ہوں کہ میں آپ کو منع کرتا رہا حالانکہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے تھے اللہ کی قسم آپ امت کے لئے بڑے شفیق تھے۔ جب یہ آیات ''ولا تصل على احد منهم مات ابدا'' سے لے کر (فاسقون) تک نازل ہوئیں تو اس کے بعد دنیا سے پردہ فرمانے تک کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھائی نہ اس کی قبر تک گئے۔

(مسند احمد: ۲۹۳/۴، بخاری کتاب التفسیر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ سامنے آ کر کہنے لگا کیا محمد ﷺ تمہارے اندر موجود ہے؟ آپ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا: اس کو جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا: کیا محمد ﷺ تمہارے درمیان موجود ہے؟ تو کسی نے جواب نہیں دیا، پھر اس نے کہا کیا ابوقحافہ کا بیٹا موجود ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار یہی پوچھنے کے بعد تین بار کہا کیا ابن الخطاب تمہارے درمیان موجود ہے؟ اس پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ تو ابوسفیان نے کہا: ان کا کام تمام ہو چکا ہے، اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا گویا ہوئے اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو جھوٹ بول رہا

ہے۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ یہ ابو بکر ہم سب زندہ ہیں۔ ہم بھی تمہیں بری طرح شکست سے دوچار کر چکے ہیں۔ تو ابوسفیان نے کہا۔ یہ یوم بدر کا بدلہ ہے۔ ہماری جنگ جوڑی ہے۔ پھر اس نے کہا: اعل ہبل (اے ہبل! اے ہبل!) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں گے؟ فرمایا: کہو "اللہ اعلی و اجل" صحابہ نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ (بت) بھی ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کہو "اللہ مولانا و لا مولی لکم"

(مسند احمد ۲۹۳/۱۳، بخاری کتاب الجہاد ۲۱۴/۵۰۳)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں: "جب ابوسفیان نے کہا: اعل ہبل تو آپ ﷺ نے عمر بن الخطاب کو حکم دیا تم اس کو یہ جواب دو: "اللہ اعلی و اجل" ابوسفیان نے کہا: "لنا العزی و لا عزی لکم" تو آپ ﷺ نے عمر سے ہی فرمایا کہو: "اللہ مولانا و لا مولی لکم" (ترجمہ) اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں"

یہاں جواب دینے کے لئے صرف عمر بن الخطاب کو فرمایا، دوسرے کسی صحابی کو حکم نہیں دیا۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ صحابہ ؓ میں سے صرف حضرت عمر ؓ نے ابوسفیان کو یہ کہہ کر جواب دیا۔ "یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ ہیں یہ ابو بکر اور میں عمر ہم زندہ ہیں" رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے کے غصے اور جوش کو دیکھا جو حق کی مدد کے لئے بے تاب ہے تو آپ ہی کو حکم فرمایا تا کہ جواب دیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیں۔

دوسری وجہ: یہ ہو سکتی ہے جب ابوسفیان نے اعل ہبل کہا تو عمر نے کہا یا رسول اللہ! ان لچے دشمن خدا کیا کہہ رہا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کہو "اللہ اعلی و اجل"

تیسری وجہ: یہ ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر ؓ ہی ہیں کہ وہ اسلام لانے کے بعد توحید کو خفیہ نہ رکھ سکے بلکہ اس کا برملا اعلان کیا، اسی وجہ سے ان کو فاروق کا لقب ملا تو رسول اللہ ﷺ نے اس وجہ سے یہاں بھی جواب دینے کے لئے انہیں حکم فرمایا۔

سہل بن حنیف کہتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان

نے فرمایا ان کو عمل کرنے دیجئے۔ (مسلم شریف مطبوعہ دہلی ۱/۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ تبوک کے موقع پر زادِ راہ ختم ہونے کی وجہ سے لوگ بھوک کا شکار ہو گئے۔ خدمت نبوی میں آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے ان کے گوشت و چربی سے نفع اٹھائیں، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ایسا کرنے سے سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ان کو یہ حکم دیں کہ اپنا بچا ہوا زادِ راہ جو کچھ ان کے پاس موجود ہے لے کر آئیں۔ چنانچہ جس کے پاس جو کچھ موجود تھا لے کر آ گیا، کسی نے کچھ کھجوریں دیں، کسی نے مٹھی بھر کسی نے کچھ لا کر چمڑے کے ایک دستر خوان پر ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی پھر فرمایا اپنے اپنے برتن بھر لو۔ حضرات صحابہ نے اپنے اپنے برتن بھر لئے تمام برتن بھر گئے حتی کہ پورے لشکر میں ایک برتن بھی بھرے بغیر نہیں بچا اور تمام نے تمام نے پیٹ بھر کر کھایا، پھر بھی کافی سارا بچ گیا، اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"أشهد أن لا إله إلا الله و أني رسول الله لا يلقى الله

بهما عبد غير شاك فيحجب عنه الجنة"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا

رسول ہوں جو شخص یقین کے ساتھ کلمہ شہادت کو پڑھے گا تو جنت اس کو

ضرور ملے گی"

حضرت عبیدہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے خلیفۃ الرسول! ہمارے ہاں ایک شور یلی زمین ہے نہ اس پر کوئی سبزہ اگتا ہے نہ ہی اور کوئی منفعت اس سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اس کو ہم دونوں میں تقسیم فرما دیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجلس میں موجود حضرات صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرات صحابہ نے کہا: اگر واقعی وہ زمین شور یلی ہے عام فائدہ اس سے نہیں حاصل کیا جا سکتا تو ان کے نام کر دینے میں کوئی حرج نہیں، ہو سکتا ہے یہ اپنی کوششوں سے اس کو آباد کر سکیں۔ چنانچہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمین ان کے نام کر دی۔ اور ان کے نام ایک سند بھی لکھوا دی اور بطور گواہ کے حضرت عمر کا نام درج کیا مگر حضرت عمر اس وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گواہ بنانے اور ان سے دستخط کرانے کے لئے ان کے پاس گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو دوا لگا رہے تھے۔ انہوں نے کہا: عمر! ابوبکر صدیق نے اس مکتوب کے مضمون کے لئے آپ کو گواہ بنایا ہے۔ آپ خود اس کو پڑھیں گے یا ہم پڑھ کر آپ کو سنائیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم دیکھ رہے ہو کہ کس حال میں ہوں اگر چاہو تو پڑھ کر سنا دو، اگر مجھ ہی سے پڑھوانا ہے تو میرے فارغ ہونے تک انتظار کرو۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم پڑھ کر سنائیں گے، چنانچہ انہوں نے پڑھ کر سنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سارا مضمون سننے کے بعد مکتوب کو ان کے ہاتھوں سے لیا اور تھوک کے ذریعے خط کے الفاظ مٹا ڈالے، جس پر وہ لوگ بڑے جھلائے اور کہنے لگے۔ برا کیا آپ نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمانے میں اسلام کمزور تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ اب اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا، جاؤ محنت کرو اور اپنی کوشش جاری رکھو چنانچہ وہ ناراضگی کی حالت میں دوبارہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ وہ ہے اگر چاہے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے وہ کافی غصے میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: آپ مجھے یہ بتائیے کہ وہ زمین جو آپ نے ان کے نام کی ہے آپ کی ذاتی ملکیت ہے یا عامۃ المسلمین کی مشترکہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کی مشترکہ ہے۔ پھر بولے تو آپ نے صرف ان دونوں کے نام کیوں کر دی؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے حاضرین مجلس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں نے ان حضرات کے مشورے سے کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے ساتھ مشورہ تمام سے مشورہ ہے اور تمام راضی ہوں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں میں نے پہلے آپ سے کہا تھا کہ اس کام کے لئے آپ ہی زیادہ موزوں ہیں لیکن آپ نے مجھے زبردستی خلیفہ بنایا۔

شیطان کے ساتھ کشتی اور شیطان کا خوف زدہ ہونا:

آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! جس گلی سے عمر چلے شیطان اس کو چھوڑ کر دوسری راہ چلتا ہے۔ (بخاری شریف ۵۲۰/۱، مسلم فضائل عمرؓ ۱۱۵/۲)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دفعہ مدینہ کی کسی گلی میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا شیطان سے سامنا ہوا۔ شیطان نے کشتی لڑنے کے لئے کہا صحابی نے اس کو پچھاڑ دیا تو اس نے دوبارہ لڑنے کی دعوت دی، تو دوسری دفعہ بھی اس کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس سے کہا میں تجھے انتہائی کمزور پاتا ہوں تیرا سینہ مجھے کتے کے سینے کی طرح لگ رہا ہے۔ کیا سارے جنات وشیاطین اسی طرح ہوتے ہیں؟ جن نے کہا اللہ کی قسم! میں تو ان میں سب سے زیادہ کشادہ سینے والا اور مضبوط ہوں تو صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ تم جنات وشیاطین سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس نے کہا آیت الکرسی کے ذریعہ ہم سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ صحابی کون ہو سکتا ہے کیا وہ عمر ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ (طبرانی)

رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر پریشان ہونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا جب انتقال ہوا تو سارے لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے چالیس دن قوم سے غائب رہے حضور ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اللہ کی قسم جو لوگ آپ ﷺ کی موت کا گمان کرتے ہیں میں ان کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ (طبقات ابن سعد ۲۶۹/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (حضور ﷺ کے انتقال کے موقع پر) ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام "سنح" سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے، کسی سے کوئی کلام کئے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں گئے۔ آپ ﷺ کے

نے کہا ایک میر ہماری طرف سے ہو اور ایک تمہاری (مہاجرین) طرف سے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے فرمایا اے حضرات انصار! کیا تمہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے؟ تو تم میں سے کون ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نکلنے کو پسند کرے گا؟ تو حضرات انصار نے کہا ہم ابوبکر کو پیچھے چھوڑنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت خلافت کے معاملے کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مشورے کے لیے بیٹھ گئے، کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل رہے ادھر حضرات انصار رضی اللہ عنہم سارے سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے اور باقی حضرات مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے تو میں نے ابوبکر سے عرض کیا۔ چلو حضرات انصار کے پاس مجھے لے چلو، چنانچہ حضرات انصار کے پاس پہنچے راستہ میں دو صالح اشخاص سے ملاقات ہوئی انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرات انصار کیا کر رہے ہیں اور ہم سے دریافت کیا اے حضرات مہاجرین تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا حضرات انصار کے پاس جا رہے ہیں۔ کہنے لگے وہاں نہ جاؤ بلکہ اپنا فیصلہ خود کرو، میں نے کہا، خدا کی قسم! ہم ضرور وہاں جائیں گے۔ یہ کہہ کر ہم ان کے پاس حاضر ہو گئے دیکھا کہ تمام حضرات جمع ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا جو ایک چادر میں لپٹا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہنے لگے یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے کہا ان کو کیا ہو گیا؟ بتایا گیا یہ بیمار ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار ہیں اور اسلام کے سپاہی ہیں۔ اے مہاجرین! تم بھی ہماری ہی ایک قلیل جماعت کے لوگ ہو، تم آ گئے ہو، تم خلافت سے ہمیں جدا کرتے ہو اور ہمیں برطرف کرنا چاہتے ہو۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے بولنا چاہا۔ ویسے میں نے ایک جواب تیار کر لیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں بھی کہنا چاہتا تھا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ۔ میں ان کو ناراض کر کے بولنا پسند نہیں کیا۔

کیسی کرو وہ مجھ سے زیادہ علم اور سمجھ والے تھے۔ چنانچہ وہ خوب بولے اللہ کی قسم! میں جو کہنا چاہ رہا تھا وہ انہوں نے کوئی خوبصورت انداز میں بیان کیا۔ اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: امابعد جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ کل حق ہے تم اس کے اہل ہو مگر اسلام کو اہل عرب میں پہچانے کا سبب قریش ہیں تو قریش ہی کے واسطے سے عرب اسلام کے نور سے منور ہوا ہے۔ اور قریش عرب میں معزز و مکرم شمار ہوتے ہیں۔ اور مکرم شہر (مکہ مکرمہ) کے باسی ہیں میرے اور ابو عبیدہ بن جراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا تم ان دونوں میں سے کسی ایک کے خلیفہ بننے پر رضامند ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر کی تمام باتیں مجھے پسند آئیں مگر یہ آخری بات مجھے سخت ناگوار محسوس ہوئی۔ اللہ کی قسم ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کا امیر بننے سے قتل کیا جانا میرے لئے بہتر تھا۔

ابوبکر کی اس تقریر دل پذیر کے بعد ایک انصاری صحابی (حباب ابن منذر بن الجموح) کھڑے ہوئے اور کہا: کہ مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس پر آوازیں بلند ہوگئیں شور زیادہ ہوا تو مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ اختلاف پیدا نہ ہو جائے تو میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ ہاتھ آگے کرو، انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پھر حضرات مہاجرین نے بیعت کر لی، پھر حضرات انصار نے بیعت کر لی۔ (مسند احمد، البدایہ، بخاری، فتح [illegible])

عہد صدیقی اور خلافت عمرؓ کا تذکرہ:

حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو رونق بخشتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کے امور نمٹانے کے لئے قاضی مقرر کیا۔ اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے قاضی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت حسن بن ابی الحسن کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری جب زیادہ بڑھ گئی اور موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میری کیفیت

تمہارے سامنے ہے، مجھے نہیں لگتا کہ میں اس بیماری سے شفایاب ہو سکوں گا اب میں مرنے والا ہوں تم نے خلافت کی جو ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی تھی اب وہ ختم ہونے والی ہے۔ اب تمہارا معاملہ تمہارے سپرد ہے تم اپنی پسندیدہ شخصیت کو منصب خلافت کے لئے چن لو، اگر یہ کام میری زندگی میں ہو جائے تو بہت بہتر ہوگا تاکہ میرے مرنے کے بعد تمہارے درمیان اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ ان کی گفتگو سن کر علیحدگی میں مشورے ہونے لگے مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ جا سکا، دوبارہ ان کی خدمت میں آ کر عرض کی: اے خلیفہ رسول ﷺ آپ کی رائے اس معاملے میں کیا ہے؟ فرمایا: میری رائے۔ سے شاید تم اختلاف کرو گے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ کی رائے سے اختلاف نہیں کریں گے، فرمایا: میری رائے پر رضامندی کا عہد کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں فرمایا: مجھے ذرا مہلت دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے بندوں کے فائدہ کے لئے صحیح فیصلہ کر سکوں، اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے فرمایا: آپ میری کسی ایسی شخصیت کی طرف رہنمائی کیجئے جو خلافت کے لئے موزوں ہو، اللہ کی قسم۔ آپ بھی اس منصب کے لئے اہل اور موزوں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر ہیں فرمایا: لکھ لو، جب لکھنا شروع کیا تو ان پر غشی طاری ہوگی جب افاقہ ہوا تو فرمایا لکھ لو عمر۔

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری کے موقع پر ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کو بلاؤ، جب وہ اندر داخل ہوئے تو ان لوگوں نے محسوس کر لیا کہ خلافت کے لئے عمر کو منتخب کر رہے ہیں۔ تو وہاں سے اٹھے اور مسجد میں جا بیٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے کچھ افراد کو بھیج دیا، بلانے والے وہاں پہنچ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف فرما ہیں، ان سے کہا یا علی! خلیفہ رسول ﷺ عمر کو خلافت کے منصب کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ انہیں بھی معلوم ہے اور تمام مسلمان بھی اس سے واقف ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ہمارے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ اور عمر کے مزاج میں شدت ہے، اس لئے آپ ہمارے ساتھ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں،

اگر واقعی عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو اس سلسلے میں ان سے گفتگو کریں اور حالت کی نزاکت سے انہیں باخبر کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر یہ حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے گفتگو کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے تاکہ لوگوں کو بتادوں کہ میں خلافت کے لئے کس کو مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سہارا دے کر مسجد لایا گیا اور منبر پر بٹھایا گیا تو وہاں برسر منبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا پھر گھر تشریف لے گئے۔ وہی حضرات گھر میں ان کے پاس تشریف لائے، اور عرض کیا آپ نے ہمیں چھوڑ کر عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی کل رب کو کیا جواب دو گے؟ تو فرمایا۔ میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے آپ کے بہترین بندے کو خلافت سونپ دی تھی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح بھی بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں یکجا کرایا، اور حکم دیا کہ مجھے منبر پر بٹھایا جائے، چنانچہ منبر پر بٹھائے گئے یہ ان کا آخری خطبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف کے بعد فرمایا لوگو! دنیا کی آلائشوں سے خود کو بچاؤ، اس میں مگن نہ ہو۔ یہ دھوکے کا گھر ہے دنیا پر آخرت کو ترجیح دو، اور آخرت کی محبت کو اپنے دلوں کے اندر بسا لو کیونکہ ان میں سے ایک کی محبت دوسرے کے بغض کا باعث ہے۔

اس کارِ عظیم کو سنبھالنے کا اہل وہ ہے جو زیادہ قوت فیصلہ والا ہو، اور اپنے نفس پر مکمل قابو پانے والا ہو، شدت و سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی کرنے والا ہو، اور صاحب الرائے لوگوں کی آراء کا احترام اور ان کو قبول کرنے والا ہو، بے مقصد امور میں وقت ضائع نہ کرتا ہو، حادثات و مصائب کے وقت غمزدہ و خوف زدہ نہ ہوتا ہو، حصولِ علم سے نہ گھبراتا ہو۔ چونکہ یہ تمام صفات عمر رضی اللہ عنہ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہ ارشاد فرما کر منبر سے نیچے اترے، اور گھر تشریف لے گئے۔

واقدی نے اپنے اساتذہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری جب زیادہ بڑھ گئی تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا عمر کے متعلق مجھے کچھ معلومات دینا پسند کریں گے؟ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

آپ ایسی بات مجھ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے
ہیں۔ اگر پوچھتے ہیں تو ان کے متعلق آپ کی جو رائے ہے وہ اس سے بھی بہتر ہیں۔ پھر
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا عمر ابن الخطاب کے متعلق کچھ بتا
دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا فرمایا آپ ان کے متعلق مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔
اگر مجھ سے ان کے متعلق کچھ سننا چاہتے ہیں تو سن لیجئے میں ان کے متعلق یہ سمجھتا ہوں کہ
ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہت بہتر ہے۔ ان کی مثال ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ تو
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ان کے علاوہ سعید بن
زید اور اسید بن حضیر اور دیگر حضرات مہاجرین و انصار سے مشورہ فرمایا۔ اس سے بعض حضرات
صحابہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کا اشارہ مل گیا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج سے واقف ہیں۔
وہ تند مزاج کے حامل ہیں۔ ان کو خلیفہ بنا کر اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ اور فرمایا کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کو جواب دینے سے ڈراتے ہو؟
انتہائی نامراد و خاسر ہے وہ شخص جو تمہارے اس عظیم معاملے میں ظلم سے کام لے۔ میں اللہ
تعالیٰ کو یہ جواب دوں گا میں آپ کے بندوں میں سے سب سے بہتر بندے کو
خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ میرا یہ جواب تم لوگ سب کو سنا دو یہ کہہ کر پھر لیٹ گئے اور حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر سند خلافت لکھنے کو کہا اور فرمایا لکھو

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ هذا ما عهد ابوبكر بن ابي
قحافة في آخر عهده بالدنيا خارجا منها، و عند اول
عهده بالآخرة داخلا فيها، حيث يؤمن الكافر و يوقن
الفاجر و يصدق الكاذب، إني استخلفت عليكم بعدي
عمر بن الخطاب فاسمعوا له و اطيعوا، و اني لم آل الله
و رسوله و دينه و نفسي و اياكم الا خيرا، فان عدل
فذلك ظني به و علمي فيه، و ان بدل فلكل امرئ

طریقہ کام کرے۔ (طبقات ابن سعد ۱۹۹/۳)

ابوبکر بن حفص کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! مسلمانوں کی امارت میرے حوالے تھی میں نے ان کے خزانے سے دینار و درہم نہیں لیے۔ بلکہ (موٹے پیسے ہوئے) آٹے میں سے استعمال کیا اور کھردرے کپڑے سے ستر پوشی کی اب میرے پاس مسلمانوں کی چیزوں میں سوائے اس حبشی غلام، رہٹ میں استعمال کی ایک اونٹنی اور پرانی چادر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر میرا انتقال ہو جائے تو یہ چیزیں عمر کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصیت پر عمل کر کے وہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سخت گریہ طاری ہو گیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا۔

یہ کہہ کر فرمایا لڑکے یہ اٹھاؤ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! اس حبشی غلام اور پرانی چادر اور ایک اونٹنی جن کی قیمت چند درہم ہیں۔ ان کو بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عیال سے چھین رہے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم کیا حکم دے رہے ہو؟ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو انہیں واپس کر دو۔ فرمایا: ابوبکر تو مرتے وقت ان کو دور کر رہے ہیں میں واپس ان کو دے دوں؟ واللہ ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی وصیت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا منصب سونپنے کے بعد ان کو بلا کر یہ نصیحت فرمائی: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق و احکام ہیں جو دن کے وقت کرنے کے ہیں۔ رات کو انہیں انجام دیا جائے تو قبول نہیں ہوں گے، کچھ احکام رات میں کرنے کے ہیں ان کو دن کے وقت بجا لایا جائے۔ تو وہ بے وقت ہیں۔ فرض کے بغیر نفل ناقابل قبول ہے۔ قیامت کے دن ان لوگوں کے اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا جنہوں نے دنیا میں حق کی پیروی کی اور حق کے بوجھ کو اٹھائے رکھا اور ان کا پلڑا ہلکا ہو گا جنہوں نے

آپ کی خلافت کے امتیازات:

۱۔ اسلامی تاریخ ہجری کا اجراء

حضرت میمون بن مہران سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شعبان کے مہینے میں آپ کے سامنے ایک دستاویز پیش کی گئی۔ جس میں تاریخ کے طور پر لکھا تھا "محل شعبان" یعنی شعبان میں ہے۔ تو فرمایا اس سے کون سا شعبان مراد ہے؟ وہ شعبان جو گذر گیا؟ یا وہ جو آنے والا ہے یا یہ شعبان جو گذر رہا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے سن تاریخ لکھنے کے متعلق مشورہ کیا تو کسی نے مشورہ دیا کہ اہل روم کی تاریخ استعمال کی جائے تو اس پر کسی نے کہا یہ بہت طویل ہے۔ کیونکہ یہ ذوالقرنین کے عہد سے ہے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ اہل فارس کی تاریخ کے مطابق لکھا جائے جن کا دستور تھا کہ ایک بادشاہ کی آمد کے دور سے نئی تاریخ شروع ہو۔ اس کی حکومت ختم ہوئی۔ تو دوسرے کی آمد پر دوسری تاریخ کا آغاز ہو جاتا۔ آخرکار سب صحابہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضور ﷺ کی ہجرت سے تاریخ لکھی جائے اور دیکھا جائے کہ آپ نے کتنی مدت مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تھا تو غور کیا کہ آپ نے دس سال قیام فرمایا تھا۔ تو ابتداء ہجرت سے اس کی ابتداء کی۔ حضرت عثمان بن عبداللہ کہتے ہیں۔ ہجرت سے تاریخ کی ابتداء کا مشورہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

۲۔ مقام ابراہیم کو اس کی اصل جگہ پر رکھنا۔ امام ابو داؤد لکھتے ہیں: مقام ابراہیم پہلے خانہ کعبہ کے ساتھ ملا کر رکھ دیا گیا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے فرمایا۔ مقام ابراہیم اس وقت جہاں رکھا گیا ہے یہ اس کا اصل مقام نہیں ہے۔ قریش سیلاب کی وجہ سے بہہ جانے کے ڈر سے اس کو کعبہ کے ساتھ ملا کر رکھتے ہوتے تھے۔ اگر مجھے اس کی اصل جگہ کا علم ہو جائے تو اسی مقام پر رکھوا دوں گا۔ بنی مخزوم کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیرالمومنین! مجھے اس کی اصل جگہ معلوم ہے۔ کیونکہ جس وقت قریش نے اس کو اٹھا کر کعبہ کے ساتھ رکھا تھا۔ اس وقت میں نے ایک رسی لے کر کعبہ سے اس کی اصل جگہ کے درمیان فاصلہ کو ناپا تھا اور رسی میں گرہ لگا دی تھی۔ وہ رسی میرے پاس محفوظ ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسی کو منگوایا اور اس کے مطابق ناپ کر اس کی اصل جگہ میں رکھوا دیا اور

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى"

۳۔ قرآن کریم کو مصحف میں محفوظ کرنا۔

۴۔ نماز تراویح کو باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ منورہ میں نماز تراویح کے لئے دو قاری مقرر فرمائے تھے۔ ایک مردوں اور دوسرا عورتوں کے لئے جو انہیں تراویح میں قرآن کریم سناتے تھے۔

۵۔ شراب نوشی پر اسی کوڑوں کی سزا انہوں نے مقرر فرمائی تھی اور رویشد ثقفی (جس نے شراب کی بھٹی لگا رکھی تھی) کے گھر کو جلوا دیا تھا۔

۶۔ کثیر فتوحات حاصل کرنا، چنانچہ آذربائیجان، بصرہ کے اطراف، اهواز فارس، شام، موصل، مصر، اسکندریہ کے علاوہ اور بہت سارے علاقے انہی کے دور خلافت میں فتح ہوئے۔

۷۔ کافروں کی زمین پر خراج اور ان کے افراد پر جزیہ مقرر فرمایا: چنانچہ مالدار پر اڑتالیس درہم، متوسط پر چوبیس درہم اور کم مال والوں پر بارہ درہم مقرر فرمایا۔ اسی طرح جزیہ کی مد میں لاکھوں درہم آنے لگے۔

۸۔ انہوں نے شہر بسانے کا اہتمام فرمایا: چنانچہ بصرہ، کوفہ، الجزیرہ، شام، مصر اور موصل وغیرہ شہروں کو آباد کیا۔

۹۔ عہدۂ قضاء مقرر کرنا: سب سے پہلے تمام علاقوں میں لوگوں کے امور نمٹانے کے لئے قاضی مقرر فرمائے۔

۱۰۔ لوگوں کی دستاویزات وغیرہ میں نام کے ساتھ ان کے قبائل کے نام لکھنے کا رواج دیا۔

۱۱۔ اہل بدر کو خصوصی اور امتیازی حیثیت دی اور مسلمانوں کو ان کے مراتب کے مطابق تنخواہیں دیں۔

۱۲۔ سمندری راستوں سے خوراک فراہم کرنے کا کام سب سے پہلے انہوں نے انجام دیا۔

۱۳۔ مسجد نبوی کی توسیع کی ابتداء انہوں نے کی۔ چنانچہ دار عباس کو مسجد نبوی میں

شامل کرادیا۔

١٤۔ جزیرۂ عرب سے یہود کو نکال کر شام کی طرف منتقل کیا۔

١٥۔ بیت المقدس کی فتح میں خود حاضر ہوئے۔

١٦۔ اپنی خلافت کے پہلے سال میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر جب تک زندہ رہے اپنے دور خلافت میں خود نگرانی کرتے رہے۔ آخری حج میں حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو بھی اپنے ساتھ حج کے لئے لے گئے اپنے دور خلافت میں تین مرتبہ عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔

١٧۔ مسجد نبوی کا فرش مٹی کا تھا۔ سجدے سے اٹھ کر لوگوں کو ہاتھ جھاڑنا پڑتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے منگوا کر اس میں ڈال دیئے۔

١٨۔ عطایا مقرر فرمائے چنانچہ اہل بدر کے لئے چھ ہزار اور حضرات ازواج النبی ﷺ کے لئے حصے مقرر کیا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بارہ ہزار درہم حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے چھ چھ سو درہم اور باقیوں کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمائے اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والی حضرات مہاجرات کے لئے بھی وظیفہ مقرر فرمایا: چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اسماء بنت ابوبکر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے ہزار ہزار درہم مقرر فرمادیئے۔

ایک امام کے پیچھے تراویح پر سب کو اکٹھا کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے اور وہیں نماز پڑھتے رہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی صبح ہوئی تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دوسرے لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو دوسری رات لوگ اور زیادہ آگئے، آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، تیسری رات لوگوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا چوتھی رات لوگ تو جمع ہوگئے مگر رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے، تو

حضرت عمیر بن تمیم کہتے ہیں جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھا کر ایک خطبہ دیتے جس میں فرماتے تھے کہ یہ مہینہ ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دن کے روزے فرض فرمائے اور اس کی رات کے قیام کو فرض نہیں کیا۔ جو شخص رات کو قیام کر سکے وہ بہت بہتر ہے۔ کیونکہ یہ بہترین اعمال میں سے ہے۔

جو شخص قیام نہ کر سکے اس کو چاہئے اپنے بستر پر سو جائے۔ اور یہ بات کہی کہ فلاں شخص نے روزہ رکھا تو میں بھی روزہ رکھوں اس طرح اس نے قیام اللیل کیا تو میں بھی قیام اللیل کروں گا۔ جو شخص بھی روزہ رکھے یا رات کو عبادت کرے اس کو چاہئے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو (مسجد میں) اپنی لغو اور فضول کلام ترک کرے اور یہ کہو کہ رمضان کے شروع میں جیسے ہی تم میں سے کوئی داخل ہوتا ہے چاند دیکھنے سے قبل روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار کرو اگر مطلع ابر آلود ہو تو تعداد ایام تیس دن پورے کر کے افطار کرو۔

ابو اسحاق ہمدانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی پہلی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور مساجد میں قرآن کی تلاوت اور چراغوں کو جھلملاتے دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور فرمائے جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن کریم سے منور فرمایا۔ مجاہد کہتے ہیں رمضان المبارک کے اندر ایک رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے اور مساجد کو دیکھا قرآن کریم سے معمور و منور پا کر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو بھی روشن کرے جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن کریم سے روشن فرمایا۔

آپ کی ذہانت و فراست کا تذکرہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر فرمایا میں کسی زمانے میں صاحب فراست تھا۔ یہ شخص کہانت کا کام کرنے والا ہے۔ اگر میرا یہ تجربہ غلط ہو تو میں آئندہ کوئی رائے نہیں دوں گا۔ اس کو بلا کر اس سے معلوم کرو۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا ہاں کہانت سے میرا تعلق ہے۔ ایک شخص نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرہ، پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ کہا شہاب کا۔ فرمایا کس علاقے کے

اس لئے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور ابو بکر، عمر سے خوب واقف تھے کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو
اپنا نائب مقرر کیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی نہج پر خلافت کے فرائض انجام
دیتے رہے۔ لوگ آپ کی نرمی اور دوسرے کی شدت سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ابو بکر صدیق
نرم ہونے کے باوجود ان تمام امور میں سب سے زیادہ قوی تھے جن میں دوسرے لوگ نرمی
دکھاتے تھے اور موقع کے مطابق نرمی کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مناسب امور میں
سب سے زیادہ نرم اور حکومت کے معاملے میں قوی تھے۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار جانے کا اتفاق ہوا راستے میں ایک عورت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے ملاقات ہوئی اس نے کہا: یا امیر المومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس نے
چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اللہ کی قسم! ان کے پاس پکانے کے لئے گوشت کا چھوٹا
سا ٹکڑا بھی نہیں ہے نہ ہی دودھ کا گھونٹ۔ مجھے ان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ میں
خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں، میرے والد محترم حضور ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں
حاضر رہنے والوں میں سے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے رہے آگے نہیں چلے فرمایا
مرحبا مرحبا نسب قریب پھر اپنے گھر گئے وہاں اونٹ بندھا ہوا تھا۔ دو بڑے تھیلے
گندم سے بھر کر اونٹ پر لاد دیئے اور دوسری اشیاء خوردنی اور کپڑے رکھ دیئے اور اونٹ کی
نکیل پکڑ کر اس کی لگام اس عورت کے ہاتھ میں تھما کر فرمایا اسے لے جاؤ۔ اس کے ختم
ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تیرے لئے خیر کا انتظام فرمائے گا۔ ایک شخص نے کہا:
امیر المومنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ عطا کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تیری ماں
تجھے گم کر دے میں نے اس کے والد اور بھائی کو مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کرتے ہوئے
اور فتح کرتے دیکھا ہے۔ فتح کے بعد ہم نے ان سے حصص تقسیم کئے۔

امام اوزاعی سے روایت ہے ایک مرتبہ رات کے اندھیرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
باہر تشریف لے گئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک گھر میں داخل ہوئے۔
پھر دوسرے گھر میں گئے، جب صبح ہوئی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں گئے دیکھا کہ ایک

اپاہج اور نابینا بوڑھی عورت ہے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمہارے پاس کیوں آتے تھے۔ کہنے لگی۔ یہ تو کئی مدت سے میری خدمت کرتا ہے۔ میری گندگی صاف کرتا ہے۔ اور میرے کام وغیرہ درست کرتا ہے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو کہا اے طلحہ تیری ماں تجھ پر روئے تو عمر رضی اللہ عنہ کی لغزشات کی کھوج لگاتا پھرتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ تاجروں کا قافلہ مدینہ کے قریب عید گاہ میں ٹھہرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا آیئے آج رات ان کی پہرہ داری کریں گے، چنانچہ یہ دونوں حضرات ساری رات پہرہ داری کرتے اور نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے بچے کے رونے کی آواز سنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھر کے قریب جا کر اس کی ماں کو آواز دے کر فرمایا: خدا کا خوف کرو اپنے بچے کو سنبھالو۔ پھر اپنی جگہ پر آ کر نماز پڑھنی شروع کر دی پھر بچے کے رونے کی آواز آنے لگی۔ دوبارہ اس کی طرف گئے اور اس کو وہی الفاظ کہے جو پہلے کہے تھے۔ جب اپنی جگہ پر آئے اور رات کا اکثر حصہ گزر چکا بچہ پھر رونے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کی والدہ سے کہا۔ تیرا ناس ہو۔ بڑی نالائق ہو، ساری رات تمہارا بچہ روتا رہا۔ تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! آپ نے تو مجھے کہہ کہہ کر تنگ کر دیا۔ میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں اور یہ انکار کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیوں دودھ چھڑا رہی ہو؟ اس نے کہا: اصل میں بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچے کے لئے اس وقت تک وظیفہ نہیں دیتے جب تک دودھ نہ چھڑایا جائے۔ پوچھا: کہ اس کی عمر کتنی ہے۔ اس نے کہا۔ اتنے مہینے کا ہے فرمایا: جلد بازی نہ کرو، فی الحال اس کا دودھ بند مت کرو۔ صبح ہوئی فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے آپ کی آواز بھرا گئی رونے کی وجہ سے الفاظ صاف سنائی نہیں دے رہے تھے سلام پھیر کر فرمایا: بؤساً لعمر عمر کیلئے افسوس ہے کہ مسلمانوں کے کتنے بچوں کے قتل کا سبب بن گیا۔ پھر ایک اعلان کرا دیا آئندہ کے بعد کوئی بچے کا دودھ وقت سے پہلے نہ چھڑائے ہم ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کریں گے، یہ حکم نامہ اپنے قلمرو کے تمام ممالک کے اندر لکھ کر بھیج دیا۔

گا۔ فرمایا: تمہیں کل قیامت کے دن میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟ چنانچہ میں نے تھیلا ان کی پیٹھ پر رکھ دیا تو چل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا ان کے پاس پہنچ کر آٹا اور گھی نکال کر ہانڈی میں ڈال دیا اور آگ جلاتے رہے جب پک کر تیار ہو گیا تو برتن میں نکال کر اس کو ٹھنڈا کرتے رہے اور بچوں کو بلا کر ان کو کھلانے لگے جب وہ خوب پیٹ بھر کر کھا چکے تو وہاں سے اٹھے تو عورت نے کہا: جزاک اللہ! امیر المومنین بننے کے لائق تو تم ہو نہ کہ عمر۔ فرمایا: تم امیر المومنین کے پاس جاؤ گی تو مجھے وہاں پاؤ گی پھر ایک طرف ہو گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ جب بچے سو گئے اور ان میں ٹھہراؤ ہو گیا تو وہاں سے چل پڑے اور مجھ سے فرمایا بھوک نے ان کو سونے نہیں دیا تھا اور رونے پر مجبور کیا تھا میں نے چاہا کہ ان کو سلا کر ہی لوٹوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صائم الدہر تھے رمادہ کی سخت قحط سالی (جس میں لوگوں کی کافی ہلاکتیں ہوئی تھیں) کے زمانے میں افطاری کے وقت تھوڑے سے تیل میں روٹی ڈال کر تناول فرماتے رہے جب عید الاضحیٰ کا موقع آیا تو لوگوں نے اونٹ ذبح کیا اور اس کا گوشت کھانے لگے اور گوشت کا ایک اچھا ٹکڑا پکا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا جس میں کلیجی اور کوہان کا گوشت تھا۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: آج ہم نے اونٹ ذبح کیا ہے۔ فرمایا چھوڑئے میں گوشت کا اچھا حصہ کھاؤں اور لوگ ہڈیاں کھائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا یہ بدترین حکمرانی ہے یہ برتن میرے سامنے سے اٹھائیے اور کوئی اور کھانا لائیے پھر وہی تیل اور روٹی پیش کی گئی۔ پھر اپنے غلام ”یرفا“ سے فرمایا یہ برتن لے جاؤ ”ثمغ“ علاقے میں رہنے والے میرے اہل و عیال کو دو۔ تین دن ہو چکے ہیں میں نے انہیں کچھ نہیں دیا میرا خیال ہے وہ بھوک کی حالت میں ہوں گے۔

ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس قحط سالی کے زمانے میں اپنے کسی بیٹے کے ہاتھ میں تربوز دیکھ کر فرمایا: واہ واہ امت محمد یہ بھوک کی حالت میں ہے اور امیر المومنین کا بیٹا میوے کھا رہا ہے۔ گھر والوں نے کہا: یہ اپنی مٹھی بھر کھجوروں کے بدلے خریدا ہے۔

عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں عام الرمادہ (قحط کے سال) میں میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت یحییٰ بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ چار سو دینار ایک تھیلے میں ڈال کر ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ غلام سے کہا ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) سے کہنا: امیر المومنین نے یہ رقم آپ کی ضروریات کے لئے بھیجی ہے اور غلام سے کہا یہ بھی دیکھنا کہ وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ابو عبیدہ نے وہ رقم لے کر اپنی باندی کو بلا کر کہا: یہ رقم فلاں کے گھر، یہ فلاں کے گھر اور یہ فلاں شخص کے گھر دے آؤ۔ اور اس طرح کر کے اسی وقت ساری رقم ختم کر دی۔ غلام نے واپس آ کر یہ ساری کیفیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی ہی رقم تھیلی میں رکھ کر فرمایا: یہ رقم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کو دے آؤ اور انہیں بھی دیکھو وہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ غلام نے یہ رقم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو پیش کر کے کہا: امیر المومنین نے فرمایا ہے انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ انہوں نے بھی اپنی ایک باندی کو بلا کر کہا: یہ رقم فلاں شخص کے گھر دے آؤ، یہ فلاں کے گھر اور یہ فلاں کے گھر۔ اتنے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی آ گئی، انہوں نے کہا: ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی کچھ دیجئے۔ اس وقت تھیلے میں صرف ایک دینار باقی رہ گیا تھا، اس کو اپنی بیوی کی طرف پھینک دیا۔ غلام نے جا کر یہ ساری صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "انہم اخوۃ بعضہم من بعض"

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ میری قوم کے لوگوں کو ایک ایک کر کے مال میں سے حصہ دیتے رہے اور میری طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ میں ان کے سامنے آیا پھر بھی رخ پھیر لیا تو میں نے عرض کیا: امیر المومنین! کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اتنا ہنسے کہ گدی کے بل پیچھے کو گر گئے پھر فرمایا: میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ کو کیسے نہیں پہچانوں گا؟ آپ اس وقت مسلمان ہوئے جب دوسرے لوگ حالت کفر میں مدہوش تھے، آپ اسلام کی طرف آئے دوسرے لوگ اسلام سے منہ موڑ رہے تھے، جب کہ دوسرے لوگ غداری کر رہے تھے آپ نے وفا کی۔ سب سے

پہلا صدقہ جس سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا تھا، بنی طے کا تھا جو آپ نے خدمت نبوی میں پیش کیا تھا، پھر معذرت کرتے ہوئے فرمایا میں ان لوگوں کے لئے حصہ مقرر کرتا ہوں جو فقر و فاقہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے سربراہ ہیں۔

الکلبی نے روایت کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اتنے میں کسی نے آواز دی، اے عمر! اے عمر! آپ گھبرا کر بیدار ہوئے اور آواز کی جانب متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک اعرابی نے اپنی اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی ہے۔ اور لوگ اس کے آس پاس جمع ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو لوگوں نے اعرابی کو بتایا یہ ہیں امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا کس نے تجھے ایذا پہنچائی!؟ یہ سمجھ رہے تھے شاید کسی نے اس پر ظلم کیا ہے۔ اعرابی ایسے اشعار سنانے لگا۔ جس میں قحط اور خشک سالی کا تذکرہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تو اس نے دوبارہ اے عمر! اے عمر! کہہ کر چلانا شروع کیا۔ اور کہنے لگا تم جانتے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں۔ سنو، میں سخت قحط سالی کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون ان لوگوں کو خوراک پہنچایا کرے گا؟ یہ کہہ کر وہ انصاری صحابیوں کی طرف دیکھنے لگے جن کے پاس اونٹ اور خوراک وافر مقدار میں تھے۔ چنانچہ وہ خوراک لے کر نکل گئے۔ قحط زدہ لوگوں میں خوراک تقسیم کی، کچھ چیزیں بچ گئیں واپس روانہ ہوئے تھوڑا آگے چل کر دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے میں مصروف ہے قحط سالی اور بھوک کی وجہ سے انتہائی لاغر اور کمزور ہو چکا ہے۔ اس نے ہمیں دیکھ کر نماز توڑ دی، کہنے لگا تمہارے پاس کوئی شے ہے؟ جو کچھ ہمارے پاس تھا سب کچھ ہم نے اس کے سامنے ڈال دیا، اور کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ اس نے کہا: واللہ! اگر ہم اپنے معاملات میں اللہ کے بجائے عمر رضی اللہ عنہ پہ بھروسہ کریں گے تو یقیناً ہلاک ہو جائیں گے۔ ان چیزوں کی طرف التفات تک نہیں کیا دوبارہ نماز و دعا میں مصروف ہو گیا اور دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ باران رحمت کا نزول شروع ہوا۔

حضرت حیوۃ بن شریح کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب جہاد کے لئے لشکر بھیجتے

تو امر بالخیر کو یاد کر انہیں یہ نصیحت فرماتے میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ پھر ان کو روانہ کرتے وقت فرماتے: اللہ کے نام کی اور اس کی مدد سے روانہ ہو جاؤ تم۔ اور صبر کو لازم پکڑو، اللہ کے دشمنوں کی سرکوبی کرو مگر کسی پر ظلم مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جنگ لڑنے کے وقت بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو اور کسی کا مثلہ (ناک، کان وغیرہ اعضا کاٹنا) نہ کرو۔ مال آنے پر اسراف نہ کرو۔ جہاد سے روگردانی نہ کرو۔ عورت، نہایت ضعیف، اور بچوں کو قتل کرنے سے گریز کرو۔ جنگ لڑائی میں بھی انہیں قتل کرنے سے بچو۔ مال غنیمت میں خیانت مت کرو۔ جہاد کو دنیاوی اغراض سے بالکل پاک رکھو اور اپنی نظر اس نعمت پر رکھو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ جو عظیم الشان اور لامحدود کامیابی ہے۔

حضرت زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار کی طرف نکلے راستے میں ایک شخص نے آواز لگائی: یا عمراہ، یا عمراہ۔ اے عمر! اے عمر! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یا لبیکاہ میں حاضر ہوں۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے اس شخص سے پوچھا کیا بات ہے، کہنے لگا عمر کے ایک عامل (حکمران) نے ایک شخص کو ایک گہری وادی میں اتر کر اس کی گہرائی معلوم کرنے کا حکم دیا۔ اس شخص نے کہا: مجھے ڈر لگ رہا ہے میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر اس نے اس کو زبردستی اترنے پر مجبور کر دیا۔ مجبوراً وہ وادی میں اتر گیا جب باہر نکلا تو سردی یا خوف کی وجہ سے شدید بیماری کی لپیٹ میں آ گیا۔ یا عمراہ یا عمراہ! کہتے ہوئے جان دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکمران کو بلا کر اس سے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کے آنے والے خلفاء کے لئے یہ ایک رسم بن جائے گی تو میں ضرور تیری گردن اڑا دیتا۔ اب تم اس کی دیت ادا کرو گے۔ اور سنو! آئندہ میں کبھی بھی تمہیں کوئی حکومتی عہدہ اور ذمہ داری نہیں سونپوں گا۔

محمد بن عبدالرحمن کے والد کا بیان ہے: جب علاقہ تستر کے فتح ہونے کی خبر آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اور کوئی معاملہ پیش آیا ہے؟ بتایا گیا: ہاں، ایسا ہوا کہ ایک شخص مرتد ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے: ہم نے اس کو قتل کیا۔ فرمایا: یہ کیوں نہ کیا کہ اس کو ایک کمرے میں بند کر دیتے اور اسے صرف ایک روٹی کھانے کو دیتے اور اس سے توبہ کرنے کو کہتے شاید کہ

زادِ راہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر رحم آیا حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر غلہ لاد کر اس کو دے دو، اور فرمایا آئندہ جب ختم ہو جائے گا پھر ہم بندوبست کریں گے۔

حضرت لیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک قریب البلوغ لڑکے کی نعش لائی گئی جو راستے میں پڑی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قاتل کو تلاش کرتے رہے۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود بھی اس کے قاتل کا علم نہ ہو سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے کافی پریشان تھے۔ اس کے کچھ دن بعد بالکل اسی جگہ سے ایک نومولود بچہ ملا جہاں مقتول لڑکا پڑا ملا تھا۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اب ان شاء اللہ لڑکے کا قاتل معلوم ہو جائے گا۔ بچے کو پرورش کرنے کے لئے ایک عورت کے حوالے کر کے اس سے فرمایا: اس کی خوب حفاظت و پرورش کرنا، اس کا معاوضہ ہم سے وصول کرتی رہنا اور ہاں ایک بات کا خاص خیال رکھنا کہ اگر کسی عورت کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے اور اپنے سینے سے لگاتے ہوئے دیکھے تو مجھے ضرور بتلانا۔ چنانچہ جب بچہ بڑا ہوا تو ایک باندی آئی اور بچے کی پرورش کرنے والی سے کہا: میری آقا نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے وہ اس بچے کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اور دیکھ کر تمہیں واپس کر دے گی۔ چنانچہ باندی بچے کو ساتھ لے گئی، اور یہ عورت بھی ساتھ گئی۔ باندی کی مالکہ نے جب بچے کو دیکھا تو اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا، اور سینے سے لگایا، وہ ایک انصاری صحابی کی صاحبزادی تھیں۔ پرورش کرنے والی نے یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار ہاتھ میں لیکر ان صحابی کے گھر کی طرف چل پڑے، دیکھا اس عورت کا والد اپنے گھر کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لیکر فرمایا اے فلاں! تیری فلاں نامی بیٹی نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے، وہ تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بندگی صوم و صلوٰۃ کی بجا آوری اور تہجد کی پابندی میں تمام خاندان میں معروف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کو اس نیک کام میں اضافہ کرنے کی مزید ترغیب دینا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، ذرا ٹھہریئے، میں اس سے اجازت لے لوں اس نے

اجازت لی، بیٹھے دو ستالیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے اور حکم دیا۔ باقی سارے لوگ باہر چلے جائیں۔ جب سب لوگ چلے گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر فرمایا: سچ سچ بتاؤ معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین! ذرا ٹھہریے میں حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں بات اصل میں یہ ہے کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس آیا کرتی تھی میں نے اس کو ماں بنایا تھا۔ وہ بالکل میرے ساتھ والدہ کا برتاؤ کرتی تھی، میرا معاملہ اس کے ساتھ بیٹی کا سا تھا۔ اس طرح زمانہ دراز گذر گیا۔ ایک دن اس نے کہا: بیٹی! مجھے ایک سفر درپیش ہے۔ میری ایک بیٹی ہے۔ جو گھر میں اکیلی ہے مجھے خوف ہے کہ میری غیر موجودگی میں وہ ضائع نہ ہو جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے سفر سے واپس آنے تک وہ تیرے پاس رہے میں نے ہاں میں جواب دیا۔ حقیقت میں وہ بچی نہیں بلکہ قریب البلوغ بے ریش بچہ تھا۔ اور اس کو بالکل بچیوں کی طرح بناؤ سنگھار کیا گیا تھا۔ مجھے اس کے بچہ ہونے کا شائبہ تک نہیں ہوا۔ میں اس کو بچی سمجھ رہی تھی۔ چنانچہ وہ میرے بدن کے وہ حصے دیکھا رہا جو ایک بچی دوسری بچی کے دیکھتی ہے۔ ایک دن میں سوئی ہوئی تھی وہ میرے ساتھ گلو گیر ہو کر مجھ پر چڑھا مگر مجھے نیند کی وجہ سے کوئی خبر نہیں ہوئی بیدار ہو کر حالت دیکھی میرے قریب ایک چھری پڑی ہوئی تھی۔ اس سے اس کو قتل کر دیا۔ اور راستہ میں اس مقام پر رکھوا دیا جو آپ کو معلوم ہے۔ اس سے میں حاملہ ہو گئی۔ جب بچہ پیدا ہوا اس کو اس کے باپ کی جگہ چھوڑ دیا۔ واللہ حقیقت بالکل یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بارک اللہ۔ تم نے بالکل سچ کہا۔ پھر اس کو کچھ وصیت کی اس کے لئے دعا کی اور گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس کے والد سے کہا: اللہ تعالیٰ تیری بیٹی کو بابرکت بنادے آپ کی یہ بیٹی بہت نیک اور اچھی بیٹی ہے۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں گشت کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت گشت میں تھے۔ ایک خیمے کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ ایک ہلکی سی روشنی آرہی ہے کبھی جلتی ہے کبھی بجھتی ہے اور اندر سے ایک غمگین کی آواز آرہی

ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی مجلسوں پر رہو، خود چل کر خیمے کے قریب تشریف لے گئے۔ غور سے سنا کہ ایک بوڑھی عورت حضور ﷺ کی مدح میں چند اشعار پڑھ رہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے، روتے روتے آواز بلند ہوگئی اور خیمے کے دروازے میں جا کر فرمایا: السلام علیکم! السلام علیکم! السلام علیکم! تیسری مرتبہ سلام کہنے پر اندر جانے کی اجازت ملی، اندر جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا اپنے کلام کو دہرا دیجئے اس نے انجانی شکستہ آواز میں آپ کو شعر دہرا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا، اور بڑھیا سے کہا: اپنی دعاؤں میں عمر رضی اللہ عنہ کو بھی جوڑ لیجیے۔ بڑھیا نے دست دعا دراز کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! عمر کو بخش دیجئے آپ غفار ہیں۔ ایک تابعی حضرت سائب بن جبیر کہتے ہیں میں نے کئی حضرات صحابہ سے سنا ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، اکثر آپ رعیت کے حالات پر نگاہ رکھنے کے لئے ایسا کیا کرتے۔ ایک گھر کے پاس سے گزرے گھر کا دروازہ بند تھا، اندر سے ایک عورت کے کچھ پڑھنے کی آواز آئی قریب جا کر کان لگا کر سنا تو وہ کہہ رہی تھی،

تطاول هذا الليل تسري كواكبه

وارقني ان لا ضجيع الاعبه

فوالله لولا الله لا شيء غيره

يحرك من هذا السرير جوانبه

(ترجمہ) "یہ رات طویل ہو گئی، ستارے غروب ہونے کو ہو گئے، اس بات نے مجھے بے کل کر دیا کہ مجھ سے ہم پہلو ہو کر کھیلنے والا نہیں۔ خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میری چارپائی کے اطراف حرکت کرنے لگتے" یہ اشعار سنتے ہی اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، دروازے پر دستک دی تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ فرمایا میری لخت جگر! مجھے یہ بتا دیجئے کہ شادی شدہ عورت کو کتنی مدت میں شوہر کی ضرورت پڑتی ہے؟ جواب دیا: چھ مہینے میں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے لوگوں کو چھ مہینے کے اندر رخصت دینے کا حکم نافذ فرمایا۔

کہنے لگا: میں دور کے ایک دیہات سے آیا ہوں۔ امیر المومنین کے پاس جاتا ہے تاکہ ان سے کچھ عطیات وصول کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کراہنے کی آواز کیسی ہے؟ اس نے کہا اللہ آپ کو جزا دے خیر دے آپ جا سکتے ہیں اس کی تحقیق نہ کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضرور بتانا ہوگا اس نے کہا: یہ میری بیوی ہے۔ درد زہ میں مبتلا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کے پاس کوئی عورت بھی ہے؟ کہا نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً وہاں سے چلے سیدھے گھر آئے اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم کو ایسا اجر و ثواب چاہیے جو اللہ تعالیٰ تجھے میسر فرما رہے؟ وہ کہنے لگی وہ کس طرح؟ فرمایا یہاں قریب میدان میں ایک مسافر عورت ہے جو درد زہ میں مبتلا ہے اس کو سنبھالنے کے لئے کوئی عورت نہیں ہے۔ کہنے لگیں، جیسے آپ چاہیں۔ فرمایا بچے کی پیدائش کے وقت کا ضروری سامان ساتھ لیجئے، اور ہاں! ایک ہانڈی بھی لا دیجئے اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی دیجئے۔ یہ سارا سامان ساتھ لیکر چل پڑے۔ خیمے کے دروازے پر پہنچ کر بیوی سے فرمایا: جاؤ اندر جا کر اس کی دیکھ بھال کرو۔ خود اس شخص کے پاس آئے ہانڈی کے نیچے آگ جلائی اور ہانڈی میں کھانا تیار کیا۔ ادھر خیمہ کے اندر سے اہلیہ نے آواز دی امیر المومنین! اپنے ساتھی کو بتا دیجئے کہ ان کا بیٹا پیدا ہوا ہے، امیر المومنین کا لفظ سن کر وہ شخص خوف زدہ سا ہو گیا اور ایک طرف کو ہونے لگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں بیٹھے ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر ہانڈی اٹھا کر خیمے کے دروازے کے سامنے رکھ کر آواز دی کہ اس کو کھلا دیجئے بیوی نے تعمیل حکم کر کے اس کو کھلا کر اس کے پیٹ بھرنے کے بعد ہانڈی پھر باہر رکھ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا کر اس شخص سے کہا لیجئے کھاؤ، تم نے ساری رات جاگ کر گذاری ہے۔ وہ کھانے لگا۔ پھر آپؓ نے اپنی اہلیہ کو چلنے کو کہا اور اس شخص سے کہا: صبح ہمارے پاس آ جانا، ہم تمہاری ضرورت کی چیزیں تمہیں دیں گے۔ چنانچہ وہ صبح حاضر خدمت ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ضرورت اور درخواست کو پورا فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت مدینہ منورہ میں گشت فرما رہے تھے ایک گھر کے پاس سے گذر رہے تھے کہ اندر سے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں سے چند اشعار یہ تھے

نے کہا: تمہارے گھر کے سامان کی ترتیب کس طرح اچھی ہے: اس پر بھی مجاشع نے کہا نہیں تمہارا جواب اس کے مطابق بھی نہیں ہے۔ پھر مجاشع نے قریب آ کر دیکھا کہ زمین پر کچھ لکھا ہوا ہے وہ پڑھ نہیں سکتا تھا اس نے قریب مکتب سے کسی بچے کو بلوایا بچے سے کہا اس کو پڑھو بچے نے پڑھ کر سنایا: "انا واللہ احبک" "خدا کی قسم: میں تجھے بہت چاہتا ہوں مجاشع نے کہا: بالکل درست ہے۔ بیوی کا لکھا پڑھا: اس نے لکھا تھا" انا واللہ احبک" اور تم نے کہا: "انا واللہ" یہ جواب اس کے مطابق ہے پھر بیوی کو طلاق دی اور نصر بن حجاج سے کہا: اے بھتیجے! حلال طریقے سے اس سے نکاح کرو اگر یہ تجھے پسند ہے۔ پھر ابوموسیٰ کے پاس آ کر یہ ساری باتیں بتا دیں تو حضرت ابوموسیٰ نے قسم کھا کر کہا میں عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت کو داد دیتا ہوں اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ سے نکال دیا تھا لہٰذا تم یہاں سے بھی چلے جاؤ اس کو فارس کی طرف نکال دیا۔

ابو سعید کے غلام ابوسعید کا کہنا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں چکر لگاتے اور کسی کو وہاں رہنے نہ دیتے اور رہنے کا حکم دیتے الا یہ کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہو ایک رات مسجد میں ایک جگہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے چونکہ مسجد میں اندھیرا تھا قریب آ کر پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہی کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ فرمایا نماز کے بعد کس غرض سے بیٹھے ہوئے ہو؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذکر اللہ کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے درمیان بیٹھے پھر فرداً فرداً سب سے کہا کہ دعا کرو، پھر خود دعا نہیں کرنے لگے اور سب سے زیادہ روئے۔ دعا کے بعد فرمایا اب منتشر ہو جاؤ اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

جہاد میں شمولیت:

تمام علماء سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدر و احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ کسی بھی غزوہ سے غائب نہیں رہے ہیں۔ غزوات کے علاوہ سرایا میں جانے کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہے۔ چنانچہ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ حضور ﷺ

مخلد بن قیس العجلی کہتے ہیں کہ کسریٰ کی تلوار اور پیٹی (کمر بند) جب آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو فرمایا: دیکھو ان چیزوں کو حفاظت سے لانے والے کتنے امانتدار ہیں" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے عفت اختیار فرمائی ہے تو اس کا اثر آپ کی رعیت پر بھی پڑا وہ بھی پاک دامن ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ، اہواز، رام ہرمز، تستر، اسوس، جندیسابور، خراسان، نوبندجان، اصطخر، فسا، دراب جرد (جن پر ساریہ بن زنیم والی مقرر تھے یہ وہ ساریہ ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا تھا یا ساریہ الجبل) کرمان، سجستان، مکران، حمص اور قنسرین فتح ہوئے تھے۔ (طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۲۰۵)

ابو معشر کا قول ہے کہ آپ کے خلافت کی مسند پر رونق افروز ہونے کے پانچ ماہ بعد شام کا علاقہ فحل فتح ہوا اور رجب ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوا اور اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا، اسی طرح فتح یرموک کے سال ۱۵ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تھے اس اور جابیہ ۱۶ھ میں فتح ہوئے اس سال بھی حج کیا ۱۷ھ میں سرغ فتح ہوا۔ اس سال بھی حج کی سعادت حاصل کی ۱۸ھ میں وہ قحط سالی ہوئی، اور عمواس میں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ اس سال بھی حج کیا ۱۹ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں "جلولاء" اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں "قیساریہ" فتح ہوا۔ اس سال بھی حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۰ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر فتح ہوا۔ اس سال بھی حج ادا کیا ۲۱ھ میں نہاوند حضرت نعمان بن مقرن المزنی کی زیر کمان فتح ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سال بھی حج ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے ۲۲ھ میں آذربائیجان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے زیر امارت اسلامی قلمرو میں داخل ہوا۔ اس سال بھی انہیں حج نصیب ہوا۔ ۲۳ھ میں اصطخر اور ہمدان اسلامی امارت کا حصہ بن گیا تو اس سال بھی حج کے لئے تشریف لے گئے۔ (طبقات ابن سعد ۳/۲۸۴)

اہل سواد کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھ کر خراج متعین کرنا:

جب سواد فتح ہوا تو مجاہدین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ان زمینوں کو ہمیں

(مجاہدین) کے درمیان تقسیم کیجئے! آپ نے فرمایا: نہیں۔ یہ جو تم نے کہا ہم نے بزور بازو جہاد کر کے اسے فتح کیا ہے فرمایا: تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا بچے گا؟ اور مجھے اندیشہ ہے کہ تقسیم کی صورت میں ان کے پانی اور ندیوں کے سلسلے میں باہم دست و گریبان ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر اہل سواد کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھا اور ان پر جزیہ اور زمینوں پر خراج مقرر فرمایا۔ غانمین میں اس کو تقسیم نہیں فرمایا۔

حضرت اسلم فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا اگر میں تمام مسلمانوں کو ایک جیسی مالی کمزوری کی حالت میں نہ چھوڑتا تو یہ زمینیں تقسیم کرا دیتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد غانمین میں اس کی زمینوں کو تقسیم فرمایا تھا۔ یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے عراق فتح ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ اما بعد! آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق دریافت کیا ہے۔ سنو! منقولہ اشیاء جن کو مجاہدین نے کفار سے حاصل کیا ان کو غانمین میں تقسیم کیجئے، اور جائیداد غیر منقولہ اور پانی کو تقسیم نہ کیجئے۔ ان کو سرکاری تحویل میں ہی رہنے دیجئے، کیوں کہ اگر آپ اس کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کریں گے تو دوسرے مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

حکم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف کو اہل سواد کی طرف یہ کہہ کر مبعوث فرمایا: کہ ایک جریب زمین جو پانی والی ہو، آباد ہو یا غیر آباد ایک صاع گندم یا جو اور درہم خراج مقرر کرو۔ بقول وکیع انگور کے باغ کے ایک جریب پر دس درہم اور کھجور کے باغ پر پانچ درہم مقرر فرمائے۔

امام شعبی نے روایت کیا ہے۔ عثمان بن حنیف نے سواد کی زمینوں کو ناپا۔ تو لاکھوں جریب نکلی۔ اس پر فی جریب درہم مقرر فرمایا۔

محمد بن السائب فرماتے ہیں۔ عراق سواد کو سواد اس لئے کہا جاتا ہے کہ سواد کالے رنگ کو کہا جاتا ہے۔ جب اہل عرب نے اس علاقے کو دیکھا کہ وہ ہر طرف انگوروں، کھجوروں اور کھیتوں سے گھرا ہوا ہے تو اس کو سواد کہنے لگے۔

نے بنو تجیب کے ایک شخص کو منافق کہا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب سے دولتِ اسلام سے
سرفراز ہوا ہوں اس کے بعد کبھی منافقت نہیں کی ہے۔ اب میں غسل کروں گا نہ سر پر تیل
لگاؤں گا جب تک امیر المومنین عمر ؓ کو اس کی خبر نہ کر دوں۔ چنانچہ اس نے حضرت عمر ؓ
حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا امیر المومنین! عمرو ؓ نے مجھے منافق کہا ہے۔ اللہ
کی قسم! جب سے مسلمان ہوا ہوں اس کے بعد کبھی بھی منافق نہیں ہوا ہوں۔ حضرت عمر ؓ
نے عمرو بن العاص ؓ کو خط لکھا جب عمر ؓ عمرو بن العاص کو غصے میں خط لکھتے تو
لکھتے ابن العاصی۔ خط میں لکھا۔ امابعد معلوم ہوا ہے تجیبی بنو تجیب کے فلاں شخص کو تم نے
منافق کہا ہے۔ میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ دو گواہ پیش کرے، اگر اس نے دو گواہ پیش
کیے تو وہ تجھے چالیس یا ستر کوڑے مارے گا۔ اس شخص نے واپس آ کر مسجد میں اعلان کیا۔ جس
نے عمرو ؓ کو مجھے منافق کہتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ تو اکثر اہل مسجد کھڑے
ہو گئے۔ اس کو کسی قریشی شخص نے کہا: کیا تم امیر کو کوڑے مارو گے؟ معاف کرنے کے لئے
ہماری معاوضے پیش کئے گئے۔ اس نے کہا اگر تم پوری مسجد کو مال سے بھر دو گے تب بھی میں
معاف نہیں کروں گا۔ تو حضرت عمرو بن العاص ؓ نے فرمایا: چھوڑو اس کو کر گذرنے
دو، عمر ؓ نے کوڑے لگانے کا اسے حکم دیا۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ اس کے
سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے عمرو بن العاص سے کہا: تم اپنی طاقت سے مجھے اس عمل سے روک
سکتے ہو؟ کہنے لگے: نہیں روک سکتا جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ کر گذرو۔ تو اس شخص نے کہا: میں
نے اللہ کی رضا کے لئے تجھے معاف کر دیا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ کے پاس کچھ مال آیا۔ ام
المومنین حضرت حفصہ ؓ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ وہ تشریف لائیں اور فرمایا اس مال
میں میرے اقرباء کا بھی حق۔ جب اللہ تعالیٰ نے اقرباء کے حقوق کے متعلق حکم فرمایا ہے۔ حضرت
عمر ؓ نے فرمایا: میری لخت جگر! میرے رشتے داروں کا حق میرے مال کے ساتھ متعلق
ہے۔ یہ مال میرا نہیں ہے یہ مسلمانوں کا مال ہے۔ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ تو خیر خواہی کی مگر
والد کی خیر خواہی کی بات نہیں کی۔ چلی جاؤ۔ حضرت حفصہ ؓ اٹھ کر تشریف لے گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ آئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ صفوان بن امیہ نے آپ کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ کھانا تیار ہوا ایک بڑے برتن میں کھانا رکھ کر چار آدمی اٹھا لائے۔ کھانا رکھ دیا گیا۔ لوگ کھانے لگے۔ مگر خادم حضرات کھڑے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدام کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔ کیا یہ ہمارے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے۔ سفیان بن عبداللہ نے کہا نہیں ہم پہلے کھائیں گے ہمارے بعد وہ کھائیں گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے اور فرمایا لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خادموں کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کرتے پھر خادموں سے فرمایا کھانے میں شریک ہو جاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کھانے سے تناول نہیں فرمایا۔

حضرت سائب بن الاقرع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ میں ایوان کسریٰ میں بیٹھا ہوا تھا میری نظر ایک بت کی طرف گئی۔ میں نے دیکھا کہ بت ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کر رہا ہے۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا یہ کسی خزانے کی طرف مشیر ہے۔ میں نے اس طرف کھودنا شروع کیا دیکھا واقعۃً وہاں بڑا خزانہ تھا۔ میں نے اسے نکال لیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا ہے کہ مجھے ایک خزانہ ملا ہے جس میں کسی اور کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔ تم مسلم امراء میں سے ہو اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرو۔

عبدالرحمن بن حاطب کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ آنے کا اتفاق ہوا جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا امیر المومنین ابوسفیان نے وادی کے اندر مکان بنایا ہے جس سے ندی کا پانی جمع ہو کر ہمارے مکانوں کے لئے خطرہ بن سکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً جائے وقوعہ پر گئے۔ اور حضرت ابوسفیان کو حکم دیا کہ یہ پتھر یہاں سے اٹھاؤ اور یہ یہاں سے دور کرو۔ اس طرح وہ حکم دیتے رہے اور ابوسفیان تعمیل کرتے رہے پھر فرمایا الحمدللہ یہ وقت بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ درجہ دیا کہ مکہ کے اندر ابوسفیان کو حکم دیتا ہے اور وہ بلا تامل تعمیل حکم کرتا ہے۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: ایک مرتبہ بڑے بڑے سرداران قریش میں سے سہیل

بن عمرو رضی اللہ عنہ، الحارث بن ہشام، ابوسفیان بن حرب اور بھی قریش کے سردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے۔ اتنے میں آزاد شدہ غلاموں میں سے حضرت صہیب، بلال، اور دوسرے بدری صحابی بھی آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گھر کے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ تو ان لوگوں کو اجازت مل گئی۔ ان سرداروں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ تو ابوسفیان نے کہا آج کا یہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ ان غلاموں کو اجازت مل رہی اور ہم جیسے سرداروں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی جا رہی ہے۔ سہیل بن عمرو زیرک آدمی تھے کہنے لگے میں تمہارے چہروں پر ناگواری محسوس کر رہا ہوں اگر تمہیں غصہ آ رہا ہے تو اپنے نفسوں پر آنا چاہیے۔ کیوں کہ دین اسلام کی طرف دعوت عام دی گئی۔ ان لوگوں نے قبول کرنے میں جلدی کی اور تم لوگوں نے تاخیر کی۔ ورنہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ کل قیامت کے دن ان لوگوں کو بلا لیا جائے اور تمہیں چھوڑ دیا جائے۔

نوفل بن عمارہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سرداران قریش میں سے الحارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرات مہاجرین اولین آ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الحارث بن ہشام اور سہیل کو کہا تم ذرا پیچھے ہو کر ان کو جگہ دو تو یہ لوگ پیچھے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرات انصار رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حارث اور سہیل کو اور پیچھے ہونے کو کہا۔ ہوتے ہوتے یہ مجمع کے سب سے آخر میں چلے گئے۔ وہاں سے نکلتے وقت حارث نے سہیل سے کہا: سہیل! دیکھ لیا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ سہیل نے کہا: ارے اس معاملے میں عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں خود اپنے نفسوں کو ملامت کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہمیں بھی دعوت اسلام دی گئی مگر ہم نے پس و پیش سے کام لیا اور تاخیر کی۔ اس کے بعد یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہنے لگے ہم اپنی حیثیت پہچان گئے ہمارے لئے اس تاخیر کے تدارک کی کوئی صورت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اور تو کوئی صورت نظر نہیں آتی الا یہ کہ تم روم کی سرحد پر جا کر جہاد میں شریک ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ جہاد کے لئے شام کی طرف چل پڑے اور وہیں وفات پا گئے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے سخت پیاس کی حالت میں ایک بستی والوں سے پانی طلب کیا بستی والوں نے اسے پانی نہیں دیا یہاں تک کہ وہ پیاس برداشت نہ کر سکا اور انتقال کر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو بستی والوں کو اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک مصری شخص حاضر ہو کر کہنے لگا۔ امیر المومنین! آپ سے پناہ مانگنے کا وقت آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ہوا تجھے؟ اس نے کہا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی گھوڑی کے پیچھے میرا گھوڑا پڑ گیا جب لوگوں نے دیکھا تو عمرو کا بیٹا محمد کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ رب کعبہ کی قسم یہ میرا گھوڑا ہے جب قریب آیا تو میں نے دیکھ کر پہچان لیا کہ میرا گھوڑا ہے میں نے فوراً کہا رب کعبہ کی قسم یہ میرا گھوڑا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ محمد بن عمرو رضی اللہ عنہ مجھے چابک سے مارنے لگا اور کہنے لگا لو اسے لو میں شریف ماں باپ کا بیٹا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مصری سے باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور فوراً حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جب میرا خط پہنچ جائے تو فوراً اپنے بیٹے محمد کو ساتھ لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر بیٹے کو بلا کر پوچھا کیا تم نے کچھ گڑبڑ کی ہے؟ یا کسی جرم کے مرتکب ہوئے ہو۔ بیٹے نے کہا نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر امیر المومنین نے تیرے بارے میں کیوں لکھا ہے؟ اب چلو۔ بیٹے تو امیر المومنین کے پاس چل پڑے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک چادر اور جبہ زیب تن کر کے آ رہے تھے؟ اور ہم منیٰ میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاروں طرف نظروں سے دیکھتے رہے کہ اس کا بیٹا بھی آ رہا ہے۔ دیکھا وہ بھی باپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ مصری کہاں ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین میں یہاں ہوں۔ جب وہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری کے ہاتھ میں کوڑا دے کر فرمایا کہ ابن الاکرمین (شریف ماں باپ کے بیٹے) کو مارو۔

پیمانے میں تول تول کر بانٹوں؟ تو ایک شخص نے کہا: کچھ لوگ رجسٹر بنا کر اس میں حساب کر کے تقسیم کرتے ہیں۔ تو آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرات مہاجرین کے لئے، پانچ ہزار انصار کے لئے چار ہزار اور حضرات ازواج مطہرات کے لئے بارہ ہزار مقرر فرمایا۔

(طبقات ابن سعد ۳/۳۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے آٹھ لاکھ درہم لے کر حضرت عمر بن الخطاب کے پاس حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا آٹھ لاکھ درہم لے کر آیا ہوں۔ فرمایا: شاید تجھے غلط فہمی ہوئی ہے اسی ہزار درہم ہوں گے، میں نے ان کے سامنے شمار کر کے پیش کر دیا۔ رات کا وقت تھا۔ تو یہ ساری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے عالم میں گزاری، جب صبح ہوئی تو بیوی نے کہا: کیا بات ساری رات بے قراری کی کیفیت رہی؟ کہنے لگے: ابن خطاب کو کس طرح نیند آسکتی ہے جبکہ رات اتنا مال آیا جتنا پہلے کبھی نہیں آیا۔ اگر تقسیم سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ کو موت آجائے تو عمر رضی اللہ عنہ ماخوذ ہوگا۔ کہ مقدار تک حق کی رسائی نہیں ہوئی۔ پھر مسجد نبوی تشریف لائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مال اتنا آیا ہوا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی مقدار میں مال نہیں آیا، مجھے مشورہ دو کہ میں اس کو کس طرح تقسیم کروں پیمانے کے حساب سے یا گن کر، حضرات نے مشورہ دیا۔ تول کر دیجئے گن کر سب کو پورا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ پھر فرمایا: یہ بھی مشورہ دو کہ ابتداء کن لوگوں سے کروں؟ بعض نے فرمایا: اپنی صوابدید کے مطابق شروع کیجئے بعض نے مشورہ دیا امیر المومنین! پہلے اپنی ذات سے ابتداء کیجئے فرمایا: نہیں! بلکہ پہلے حضرات اہل بیت، پھر الاقرب فالاقرب پھر دوسرے لوگ اسی طرح آپ نے پہلے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو پھر بنی عبدشمس پھر بنی نوفل بن عبد مناف کو دیئے۔

ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک باندی وہاں سے گزری ہم نے کہا: یہ امیر المومنین کی باندی ہے اس نے کہا: یہ امیر المومنین کی نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ایک مال ہے۔ کیا یہ امیر المومنین کے لیے حلال ہے؟ ہماری گفتگو کے متعلق حضرت

عمر رضی اللہ عنہ دینے میں کمی نہیں پا کر پوچھا کہ تم نے کیوں حق دی ہے؟ تو ہم نے کہا ہم نے
کوئی نامناسب تنگی نہیں کی، ہم نے یہ پوچھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو
بتاتا ہوں کہ اس میں سے کتنا میرے لئے حلال ہے۔ ایک جوڑا کپڑا سردیوں کے لئے، ایک
گرمیوں کے لئے، حج و عمرہ پر جانے کے لئے ایک سواری، میرے اور میرے گھر والوں کا
کھانا جو درمیانے درجے کے مطابق ہے۔ باقی میں عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں،
جو ان کو ملتا ہے وہی مجھے ملے گا۔

ابن سعد نے عمر بن ابراہیم کے حوالے سے لکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ اپنے
دو درہم خرچ کرتے تھے اور حج میں ایک سو اسی درہم خرچ کرتے۔

ابن سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے مال، جو میری
تحویل میں ہے، کے ساتھ یتیم کے مال جیسا معاملہ کرتا ہوں اگر میرے پاس ذاتی مال آتا ہے
تو اس سے مال کی حفاظت کرتا ہوں۔ اگر مجبور ہو جاتا ہوں تو اس مال سے خرچ کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے میری اور مسلمانوں کی مثال اس طرح
ہے کہ کچھ لوگ سفر کے لئے نکلے ہوں اور اپنی رقم ایک آدمی کے پاس جمع کر دیتے ہوں
اور اس سے کہہ رکھا ہو کہ اس کو ضرورت کے مطابق خرچ کرتا رہے کیا یہ شخص اس مال کو اپنی
ضرورت کے مطابق خرچ کر سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا یا امیر المومنین! خرچ کرنا اس کے لئے
جائز نہیں ہے فرمایا: بس میری مثال بھی ایسی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب قادسیہ اور دمشق فتح ہوئے اور وہاں کے
اموال آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا میں تاجر
تھا اور میری مالی حالت درست تھی۔ مگر اب میں امور خلافت کی وجہ سے تجارت نہیں کر سکتا۔
اور کوئی کام بھی نہیں کر سکتا آپ لوگ مجھے بتائیں کہ میرے لئے اس مال میں سے کتنی
مقدار میں لینا جائز ہے؟ لوگوں نے مختلف مشورے دیئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش
رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ کیوں نہیں بولتے؟ فرمایا:
آپ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات میں معروف طریقے کے مطابق خرچ کر سکتے

ہیں اس کے علاوہ کچھ خرچ کرنا آپ کے لئے جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس حقیقت کو بھی بیان ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا امیر المومنین! سرکاری مال میں سے آپ کے لئے کتنا استعمال کرنا جائز ہے؟ فرمایا: سال میں دو جوڑے ایک سردی اور ایک گرمی کے لئے حج و عمرہ کے لئے سواری جہاد وغیرہ کے لئے سواری۔

الربیع بن زیاد الحارثی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ میں وفد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کوئی ثقیل چیز کھانے کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی تھی میں نے عرض کیا امیر المومنین! آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ بیت المال میں سے اچھا کھائیں اچھا پہنیں اور اچھے کپڑے استعمال کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے ان کے پاس ایک شاخ کا ٹکڑا تھا اسے میرے سر پر مارا فرمایا: تمہیں مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا مجھے تم سے ایسا کہنے کی توقع نہیں تھی۔ سن لو میری مثال اس شخص کی سی ہے کہ چند مسافروں نے اپنے خرچ کے پیسے اس کے پاس جمع کئے ہوں۔ اور سفری اخراجات میں خرچ کرنے کا اختیار دے رکھا ہو تم مجھے یہ بتاؤ کیا وہ شخص اس مال میں سے اپنی ضرورت کے لئے خرچ کر سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر میں کیسے خرچ کر سکتا ہوں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مؤذنین، ائمہ مساجد، معلمین اور قضاۃ کا نفقہ بیت المال سے دیا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے دیکھا ایک بچی کمزوری کی وجہ سے کبھی اٹھ کر چلتی اور کبھی گر تی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کمزور لاغر بچی کس کی ہے تم میں سے کوئی اسے جانتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! یہ تمہاری اولاد میں سے ہے نہیں پہچانتے ہو؟ فرمایا کون ہے؟ عبداللہ نے فرمایا یہ میری فلاں بچی ہے فرمایا یہ (اس طرح) کمزور ولاغر کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کے پاس جو کچھ ہے اس میں سے اس کو نہیں ملتا فرمایا: میں دوسرے مسلمانوں کو جو دیتا ہوں تمہیں بھی ملتا ہے۔

فرمائے۔ باقی مہاجرات کے لئے ایک ایک ہزار درہم مقرر فرمائے۔

ابن سعد ہی کے بقول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دس ہزار مقرر کیا۔

حضرت ابو سلمہ ابن عبدالرحمن کہتے ہیں تقسیم مال کے سلسلے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ تو حضرت عبدالرحمن، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا پہلے اپنے لئے مقرر فرمالیجئے پھر دوسروں کے لئے، فرمایا: نہیں تقسیم کی ابتدا آل رسول ﷺ سے کروں گا چنانچہ سب سے پہلے عم رسول ﷺ حضرت العباس رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر کیا پھر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم دیئے۔ احد اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کو چار چار ہزار پھر درجہ بدرجہ تقسیم فرماتے گئے۔ حتی کہ ان مجاہدین کے لئے حصص مقرر فرمائے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کی تھی پھر جنگ قادسیہ والوں کو پھر اہل شام اور یرموک میں حصہ لینے والوں کو دو دو ہزار عطا فرمائے۔

ابو یعلیٰ کی روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے پچیس ہزار مقرر کرنا بھی آتا ہے اور حضرات بدریین کی عورتوں کے لئے پانچ پانچ ہزار اور ان کے بعد حدیبیہ میں شامل ہونے والوں کی عورتوں کے لئے چار چار ہزار ان کے بعد قحط میں جمع ہونے والوں کی عورتوں کے لئے تین تین ہزار اور پھر ان کے بعد دوسرے جہادوں حتیٰ کہ قادسیہ کے جہاد میں شریک ہونے والوں کی عورتوں کے لئے دو دو ہزار مقرر فرمائے۔ ان کے بعد والوں کے لئے برابری کی بنیاد پر عطا فرمایا۔ بدری حضرات اور دوسرے غزوات میں شریک ہونے والوں کے بچوں کے لئے فی کس ایک سو عطا فرمایا حضرات ازواج مطہرات کو آپ نے دس دس ہزار مقرر فرمایا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مزید دو ہزار عطا کئے آپ نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا: حضور ﷺ کے نزدیک آپ کی منزلت کی بنیاد پر یہ جا رہا ہے وصول کیجئے۔

ابو جعفر محمد المہلب، اور شیبہ کا کہنا ہے ۱۵ھ میں جب اس طرح اموال قبائل کے اعتبار سے تقسیم فرمائے۔ تو صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہما کو قادسیہ والوں کے حصص کے برابر حصہ دیا۔ تو صفوان نے کہا میں یہ نہیں لوں گا۔ کیوں کہ حسب و نسب کے لحاظ

سے مجھ سے کچھ لوگوں کو مجھ سے زیادہ دیا گیا ہے جو مجھے قبول نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ تقسیم نسب کے لحاظ سے نہیں ہے۔ اسلام میں ہجرت اور جہاد میں سبقت کی بنیاد پر ہوئی ہے تو سمجھا کہ ٹھیک ہے۔ آپ کے دو حصے ہیں۔ یہ مجھے منظور ہے۔

سیف بن عبدالملک بن عمر سے روایت ہے کہ جب مدائن فتح ہوا تو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں ایک ایرانی قیمتی بچھونا بھی تھا باقی مال تقسیم ہو گیا اور اس کی تقسیم سے اس کے ضائع ہونے کا امکان تھا کیونکہ وہ بہت بڑا تھا ایران کی والیوں نے اس کو سردیوں کے لئے بنایا تھا اور اس پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے اور اس میں پھول بوٹے اور درخت بنے ہوئے تھے۔ اس کی زمین سونے اور نقش و نگار چاندی وغیرہ کے تھے حضرت سعد نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا اس کو کاٹا جائے تو اس کی افادیت ختم ہو گی اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کو فروخت کیا جائے کیونکہ کسی کے اندر اس کو خریدنے کی اہلیت نہیں آپ رائے دے سکتے ہیں کہ اس کو امیر المومنین کی صوابدید پر چھوڑ دیتے ہیں اور وہ اس کو جس طرح بھی رکھیں گے ہم راضی ہو جائیں گے تو تمام نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو کسی نے کہا: یہ آپ کے لئے ہے۔ بعض نے کہا آپ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: امیر المومنین! آپ اپنے علم کو جہل اور یقین کو شک کیوں بناتے ہیں۔ دنیا سے آپ کو اتنا استفادہ کرنا چاہیئے جو خرچ کر کے ختم کریں یا پہن کر پرانا کر دیں اور کھا کر ختم کریں اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا۔ پھر اس کی تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ تو اس کا ٹکڑا حضرت علی کے حصے میں بھی آیا جس کو فروخت کر کے بیس ہزار درہم وصول کیے۔

ابووائل کہتے ہیں۔ ابن زیاد نے مجھے بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا۔ ایک دن ایک شخص ابن زیاد کی چٹھی لے کر آیا کہ صاحب رقعہ کو آٹھ سو درہم دیدو میں نے اس سے کہا ابھی ٹھہر جاؤ میں سیدھا ابن زیاد کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قضا اور بیت المال کے عہدے عطا فرمائے تھے عثمان بن الاحنف کو فرات کی زمینوں کا نگران اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز اور فوج کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ ان سب حضرات کے لئے صرف ایک بکری یومیہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا جس میں نصف حصہ اور پائے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے، ایک چوتھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے، جبکہ ایک چوتھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مقرر کیا۔ اور آپ نے ایک باورچی کو اتنا زیادہ دے دیا کہ زیاد نے مجھ سے بیت المال کی چابی لیکر کہا: جاؤ جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔

مظالم سے ڈرنا اور قصاص کے لئے خود کو پیش کرنا:

الاحنف بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم ایک عظیم فتح کی خبر تستر وفد کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا: کہاں ٹھہرے ہوئے ہو ہم نے کہا فلاں مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہماری سواریوں کے مقام پر تشریف لائے سواریوں پر نظر دوڑا کر فرمایا: ان کے متعلق تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو ان جانوروں کا بھی تم لوگوں پر حق ہے ان کو آزاد چھوڑ دیتے تاکہ گھاس وغیرہ چر لیتے میں نے عرض کیا: امیرالمومنین! ہم چونکہ ایک عظیم فتح کی خوشخبری لیکر آئے تھے۔ ہم جلدی سے امیرالمومنین اور مسلمانوں کو خوش کرنے کی غرض سے ان کو باندھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس کے بعد واپس چلے راستے میں ایک شخص سامنے آیا کہنے لگا: امیرالمومنین! فلاں شخص نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے چلیے میرے ساتھ میری مدد کیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں درہ تھا اس سے اس کے سر کو دبا کر نیچے کر دیا۔ اور فرمایا: میں مسلمانوں کے اہم امور میں مشغول ہوتا ہوں اور تم آکر کہتے ہو آ میری مدد کرو وہ بڑبڑا کر چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلایا اس پر خوف طاری ہو گیا۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ لو درہ اس سے میرے سر پر مار کر اپنا بدلہ لے لو اس نے کہا۔ میں نے اللہ کے لئے اور آپ کے لئے معاف کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: متعین کرو کس لئے معاف کیا۔ اللہ کے لئے یا میرے لئے کہنے لگا: اللہ کے لئے۔ فرمایا:

اب چلے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے سیدھا گھر گئے ہم آپ کے ساتھ آپ کے
گھر تک گئے گھر پہنچتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے نفس کو
مخاطب کر کے فرمایا: اے ابن خطاب! تو کم حیثیت تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے صاحب حیثیت
بنایا۔ تو بے راہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دولت اسلام سے نوازا ہدایت کی عظیم نعمت عطا
فرمائی اور عزت سے نوازا پھر مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنایا۔ اور تم مدد طلب کرنے
والوں کو مارتے ہو کل دربار الٰہی میں کیا جواب دو گے؟ اس طرح اپنے نفس کو مسلسل کوستے
رہے مجھے یقین ہو گیا وہ روئے زمین پر تمام انسانوں سے بہتر انسان ہیں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں بازار میں جا رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
میرے پاس سے گزرے آپ کے ہاتھ میں درہ تھا درے سے مجھے مار کر کہا راستے کے
ایک طرف ہو کر چلو۔ درہ مجھے نہیں لگا۔ صرف میرے کپڑے کے ایک کونے کو لگ کر گذر
گیا۔ میں ایک طرف کو ہو گیا۔ آپ چلے گئے بات ختم ہو گئی۔ پورے ایک سال کے بعد
پھر بازار میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔ اے سلمہ! تم حج کو جانا چاہتے ہو؟ میں
نے کہا جی ہاں، یا امیر المومنین! پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ایک تھیلی نکالی
جس میں چھ سو درہم تھے مجھے عطا کر کے فرمایا ان کو اپنی ضروریات میں استعمال کرو اور یہ
ذہن میں رکھو کہ پچھلے سال بازار میں میرا درہ تجھے لگا تھا یہ اس کا عوض ہے۔ میں نے عرض کیا۔
یا امیر المومنین! یہ بالکل میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ آپ نے ابھی یاد دلایا۔ فرمایا! اللہ کی
قسم! میں اس کے بعد اس کو بھولا نہیں۔ حضرت عاصم بن عبداللہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ مکہ کے راستے میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے گرمی کی دھوپ پڑتی تھی
جس کی وجہ سے چادر کو سر کے اوپر لیا اور اٹھ کھڑے ہو گئے اتنے میں قریب سے ایک شخص
نے آواز دی۔ امیر المومنین! کیا آپ ایک شخص کی مدد کر سکتے ہیں جس کو اس کی ضرورت نے
مجبور کر دیا ہے وہ دھوپ میں انتظار کر رہا ہے؟ فرمایا کس نے اس کو تکلیف دی ہے؟ کہنے لگا
آپ کے نوکر میں تو تو میں میں ہو گئی تھی کہ معاملہ یہاں جا رسیدا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
اس کو درے سے مارا۔ اس نے کہا آپ نے میرے متعلق جلد بازی سے کام لیا۔ کہ میں

عیاض الاشعری کہتے ہیں جب شام کے فتح ہونے کی اطلاع آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اپنے کاتب کو بلا کر مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے پڑھواؤ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا کاتب نصرانی ہے۔ مسجد میں نہیں داخل ہو سکتا فرمایا: نصرانی سے کیوں لکھوایا؟

اسق کہتا ہے میں نصرانی تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ تاکہ بعض اسلامی امور میں تم سے ہم کام لیں کیونکہ غیر مسلموں سے مسلمانوں کے معاملات میں کام لینا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ تو مجھ کو آزاد کر کے فرمایا۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔

الاحنف بن قیس کہتا ہے میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے ایک سال تک مجھے اپنے پاس روکے رکھا ایک سال مکمل ہونے کے بعد فرمایا: احنف! میں نے ایک سال کے اندر تجھے آزمایا تیرے ظاہری اعمال درست ہیں میں امید رکھتا ہوں باطن بھی درست ہوگا ہم یہ جانتے ہیں اس امت کے لئے پڑھا لکھا منافق سخت ہلاکت خیز ہوگا۔ اور تجھے معلوم ہے ہم نے تم کو ایک سال کیوں محبوس رکھا؟ ہم نے تجھے اس لئے محبوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پڑھے لکھے منافق سے ڈرایا کرتے تھے اب ہمیں معلوم ہوا کہ آپ منافق نہیں ہیں۔

عبدالرحمٰن ابن سابط سے روایت ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگ ان کے مقرر کردہ حکمرانوں کی اطاعت نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو اور حکمرانوں کو اپنے پاس بلایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے رعیت! ہمارے کچھ حقوق تم پر لازم ہیں وہ یہ ہیں (۱) ہماری خیر خواہی کرنا۔ (۲) خیر کے امور میں ہماری معاونت کرنا ہے۔ اور حکمرانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے حکمرانو! رعایا کے بھی تمہارے اوپر حقوق ہیں۔ یقین کرو علم و بردباری سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ خصوصاً امام وقت اور حکمرانوں کی بردباری نہایت ہی انفع ہے، اور جہالت و تند خوئی اللہ کو بہت زیادہ ناپسند ہے اور یہ بات خوب اچھی طرح جان لو کہ دوسروں کے آرام و عافیت کا خیال کرنا اپنی عافیت و آرام کا باعث ہوتا ہے۔

محمد بن دینار کہتے ہیں: حضرت عمر ؓ نے ایک شخص سے استفسار کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دمشق کا قاضی ہوں۔ فرمایا: کس طرح فیصلے کرتے ہو؟ کہنے لگا: کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرتا ہوں۔ فرمایا: اگر کوئی کتاب اللہ میں تمہیں نہ ملے تو کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا تو پھر سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے فیصلے کو بیان کرتا ہوں۔ فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ کہنے لگا: اجتہاد کرتا ہوں اور اہل الرای ہم مجلس حضرات سے مشورہ کرتا ہوں۔ فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اگر کرسی عدالت پر بیٹھ جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو، اے اللہ! علم کی روشنی میں فیصلہ کرنے، غضب و رضا ہر دو حالت میں عدل و انصاف کرنے کی توفیق کا تجھ سے خواستگار ہوں۔ گفتگو کے بعد وہ شخص چلا گیا تھوڑی دیر بعد واپس آیا حضرت عمر ؓ نے پوچھا! کیوں واپس آ گئے؟ کہنے لگا میں نے دیکھا سورج اور چاند آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ستاروں کی ایک فوج ہے حضرت عمر ؓ نے پوچھا: تو پھر آپ نے کس کا ساتھ دیا؟ کہنے لگا میں چاند کے ساتھ تھا حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً۔

ترجمہ: "اور ہم نے رات اور دن دو نمونے بنا دیئے اور پھر رات کے نمونے کو دھندلا کر دیا اور دن کا نمونہ نظر آنے کے لئے روشن کر دیا"

لہٰذا تو آئندہ کسی عہدے پر مقرر نہیں ہو سکتا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: حضرت عمر ؓ فرمایا کرتے تھے اہل کوفہ نے بڑا تنگ کر رکھا ہے اگر کسی نرم آدمی کو ان پر امیر مقرر کرتا ہوں تو وہ اس کو کمزور سمجھتے ہیں اور کسی سخت آدمی کو مقرر کرتا ہوں تو اس کی شکایت کرتے پھرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مضبوط و قوی امانتدار شخص ملے۔ اس کو کوفہ کا عامل مقرر کروں؟ ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! میری نظر میں اس کے لئے ایک انتہائی موزوں شخصیت موجود ہے فرمایا: وہ کون ہے؟ کہنے لگا: عبداللہ بن عمر ؓ فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے تو نے صحیح مشورہ نہیں دیا۔

عاصم بن بہدلہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ احباب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے پاس سے گذرتے ہوئے کہا: "ویل لک یا عمر من النار" عمر! تیرے لئے آگ کا عذاب ہو۔ ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! اسے پکڑ کر پوچھ لیجئے اس نے یہ جملہ کیوں کہہ دیا۔ اس پر اس کو سزا دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو بلا لاؤ۔ وہ قریب آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لئے "ویل من النار" کیوں ہے؟ کہنے لگا کیوں کہ تم عامل مقرر کرتے ہو اور ان کے لئے شرائط بھی مقرر کرتے ہو اور وہ ان شرائط کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور تم ان سے پوچھ گچھ تک نہیں کرتے ہو فرمایا: کیوں کیا ہوا؟ کہا آپ کا مقرر کردہ مصر کا عامل آپ کی کسی شرط پر بھی عمل نہیں کرتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب عامل مقرر کرتے تو اس کو تاکید کرتے کہ کسی سواری پر سوار نہ ہوگا، موٹا لباس استعمال کرے گا، اور نرم غذا تناول نہیں کرے گا اور ضرورت مندوں کے لئے اپنے دروازہ بند نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کے ذمہ لگایا کہ وہ مصر جا کر خفیہ معلومات کریں کہ ان کے متعلق جو شکایات ہیں وہ واقعۃً درست ہیں یا غلط ہیں فرمایا اگر شکایات غلط بھی ثابت ہوں تب بھی مجھے اطلاع دو اگر درست ثابت ہوں تو اس کا کوئی عذر سنے بغیر اس کو فوراً میرے پاس لے آؤ، چنانچہ وہ لوگ گئے۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ واقعۃً ان کے متعلق شکایات مبنی برحقیقت ہیں۔ اور تصدیق کرنے کے لئے اس کے گھر گئے دروازہ پر دستک دی تو دربانوں نے کہا، ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہم ان سے ضرور ملنا چاہتے ہیں۔ ہر حالت میں ان سے ملاقات کرنا ہماری مجبوری ہے پھر بھی اجازت نہیں ملی۔ تو انہوں نے کہا اگر ملاقات کا وقت نہیں دیا تو ہم اس دروازے کو جلا دیں گے ان میں سے ایک تو آگ بھی لیکر آ گیا۔ اس کو اطلاع ہوئی باہر آیا انہوں نے کہا: ہم امیر المومنین کے فرستادہ ہیں۔ آپ کو لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں اس نے تھوڑے پس وپیش سے کام لینے کی کوشش کی مگر وہ لوگ نہ مانے۔ اس کو لیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگا: میں مصر کا گورنر ہوں۔ وہ دیہاتی آدمی تھا۔ مصر کے پرتعیش ماحول اور خوشحالی سے فائدہ اٹھا کر اچھا خاصا صحت مند اور سفید ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم کو مصر کا گورنر

مقرر کر کے کچھ حکم دیا تھا کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ مگر تم نے ان میں سے کسی ایک حکم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اب اس پر تم سزا کے مستحق ہو۔ تمہیں ضرور سزا ملنی چاہیے۔ پھر ایک لاٹھی اور ایک آٹے سے کھلی ہوئی قمیص منگوائی۔ اور فرمایا! جاؤ سرکاری بکریوں میں سے کوئی تین سو کے قریب بکریاں لے آؤ۔ بکریاں لائی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ قمیص اور لاٹھی اسے دیکر فرمایا: یہ قمیص پہن لو اور لاٹھی ہاتھ میں لیکر فلاں مقام پر لے جا کر یہ بکریاں چرایا کرو۔ یہ کام تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور یہ جب تیرے باپ کے بیٹے سے کئی گنا بہتر ہے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمجھ گیا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں؟ تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تیسری مرتبہ جب فرمایا تو اس نے خود کو زمین پر ڈال دیا۔ اور کہنے لگا: واللہ میں ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتا یہ میرے بس کی بات نہیں۔ چاہو میری گردن اڑا دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں تم کو دوبارہ اس عہدے پر برقرار رکھوں تو کیا تم آدمی بن گئے؟ اس نے کہا تب تو آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عہدے پر اس کو برقرار رکھا اس کے بعد وہ سب سے بہتر حکمران ثابت ہوئے۔

ابو مصفق نے روایت کیا ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کو حکمران بنا کر معاہدہ نامہ لکھ کر ایک شخص کو عطا کیا۔ اتنے میں ان کی اولاد میں سے کوئی آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ تو اس شخص نے کہا میں نے اس طرح اپنے بچے کو کبھی بھی گود میں نہیں لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم کی صفت کو اٹھا لیا ہے تو میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ رحم دل لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے پھر وہ معاہدہ نامہ اس کے ہاتھ سے واپس لیکر اس کو معطل کر دیا۔

ابو عثمانؒ کا قول ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص کو کسی علاقہ کا حکمران مقرر فرمایا وہ ملنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ ان کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پیار کیا اور بوسہ دیا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! آپ بوسہ دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی اپنے کسی بچے کو بوسہ نہیں دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تو تو حکمران بننے کا اہل نہیں ہے تو لوگوں کے ساتھ رحم کا معاملہ نہیں

گرے گا لہٰذا تو حکمران نہ بن یہ کہہ کر مجاہد سے کو معزول کر دیا۔

زید بن وہب کہتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوج کا ایک دستہ جہاد کے لئے چل پڑا چلتے چلتے ایک نہر کے پاس پہنچے نہر پر پل نہیں تھا مگر اسے عبور کرنا ضروری تھا امیر لشکر نے ایک آدمی سے کہا اس کے اندر گھس کر دیکھو کر اس کو عبور کیا جانا ممکن ہے؟ سخت سردی کا زمانہ تھا اس نے کہا: اگر میں اس میں غوطہ لگاؤں گا تو سردی کی وجہ سے مر جاؤں گا۔ امیر جیش نے اس کو غوطہ لگانے پر مجبور کیا۔ تو وہ اس کے اندر گھس گیا۔ اور یا عمراہ یا عمراہ! اے عمر! اے عمر! کہہ کر اندر چلا گیا۔ اور ہلاک ہو گیا۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی اس وقت وہ مدینہ کے بازار میں تھے فرمایا و لبیکاہ، میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ امیر الجیش کو بلا بھیجا اور امارت سے اس کو سبکدوش کر دیا اور اس سے کہا: اگر رواج پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھ سے قصاص بھی لیتا۔ آئندہ تم کسی بھی عہدے پر کبھی بھی کام نہیں کر سکتے ہو۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو رعایا کی خبر گیری کے لئے پوری مملکت میں ایک سال کے لئے دورہ پر نکلوں گا۔ کیوں کہ دور کی رعایا تو مجھ تک رسائی نہیں ہوتی اور عمال حضرات ان کی شکایات مجھ تک پہنچاتے نہیں۔ میں جانتا ہوں لوگوں کی ضروریات اور مسائل ہیں میں دو مہینے شام میں گذاروں گا۔ پھر مصر چلوں گا، دو مہینے وہاں قیام کروں گا۔ پھر بحرین کی طرف نکلوں گا، دو مہینے وہاں رہوں گا، پھر کوفہ کی طرف کوچ کروں گا دو مہینے کا قیام وہاں ہوگا۔ پھر بصرہ میں دو مہینے رہ کر واپس آؤں گا۔

بدعت کی سخت مخالفت اور سنت پر عمل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، کچھ حروف کو اس نے اس طرح نہیں پڑھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا میری دانست میں وہ غلط تھا، میں چاہ رہا تھا کہ اسی پر اس کی سرزنش کروں مگر میں نماز میں تھا، نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس کو پکڑا اور کہا: اس

طرح کس نے تمہیں پڑھایا؟ کہنے لگا رسول اللہ ﷺ نے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بول رہے
ہو رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس طرح نہیں پڑھایا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ
کے پاس لے گیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کو سورۃ الفرقان پڑھائی
ہے۔ مگر یہ فلاں فلاں حروف کو اس طرح نہیں پڑھ رہا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا
تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہشام سے فرمایا: پڑھو کس طرح پڑھتے ہو۔ چنانچہ وہ جس طرح
پڑھتا تھا۔ اسی طرح پڑھ کر سنا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ھکذا انزلت" اسی طرح نازل ہوا
پھر مجھ سے فرمایا: عمر! تم پڑھو۔ میں نے بھی پڑھا۔ تو فرمایا "ھکذا انزلت" پھر فرمایا: ان
القرآن انزل علی سبعۃ احرف "قرآن کریم سات حرفوں (طریقوں) پر نازل ہوا ہے۔

عابس بن ربیعہ کہتا ہے: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کی طرف
دیکھ کر فرمایا اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو بوسہ نہ دیتا یہ کہہ کر
حجر اسود کو بوسہ دیا۔

عبداللہ بن سرجس کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو
فرماتے میں خوب جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو نا فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ نقصان۔ میں اگر رسول اللہ ﷺ کو
استلام کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو تیری تقبیل نہ کرتا۔ (مسند احمد ۱/۳۴، مسلم کتاب الحج، ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو رونق
بخشنے کے بعد پہلا حج ادا کیا اس میں میں بھی شریک تھا۔ آپؓ نے حجر اسود کے قریب پہنچ کر
اس کو بوسہ دیا، استلام کیا۔ پھر فرمایا: میں جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو، نقصان پہنچا سکتے ہو نہ فائدہ
اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تقبیل کرتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا اور استلام نہ کرتا
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سن کر فرمایا: کیوں نہیں یا امیرالمومنین! یہ نفع و نقصان دے
سکتا ہے اگر قرآن کے معانی میں غور کریں گے تو آپ سمجھ جائیں گے جو وجہ میں آپ سے
کہہ رہا ہوں ارشاد خداوندی ہے:

"وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ

شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِينَ ۝

(الاعراف: ۱۷۲)

ترجمہ: "اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس چیز کی خبر نہ تھی"

جب تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا تو اس اقرار کو لکھ کر اس پتھر کے اندر ڈال دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور زبان ہو گی۔ اور جو اس معاہدے کی پاسداری کرے گا اس کے لئے گواہی دے گا۔ وہ اس مقام پر اللہ کا امین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو الحسن اللہ تعالیٰ مجھے اس زمین میں زندہ نہ رکھے جس میں تم نہ ہو۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو اس طرح خطاب اس لئے کیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کو چھوتے اور اس کی عبادت کرتے۔ اس لیے فرمایا: میں اس کو اس لئے ہاتھ لگا رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔

نافع نے کہا: جس درخت کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیعت رضوان لی تھی لوگ اس کے نیچے جا کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان سے منع کیا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔

معرور بن سوید سے روایت ہے: ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے گئے ایک مقام پر پہنچ کر فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ فیل اور سورہ قریش کی تلاوت کی۔ نماز سے فارغ ہو کر قافلہ چل پڑا تھوڑی دیر چلے تھے ایک مسجد نظر آ گئی۔ لوگ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس مسجد میں آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ فرمایا اہل کتاب تو اسی طرح ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے نشانات کو عبادت گاہ بنا لیا۔ جس کو یہاں نماز کا وقت پیش آ جائے تو پڑھ لے اگر

نماز کو وقت پر ہونا اپنے اوپر جاری رکھے۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطاب ارشاد فرمایا: خواہشوں پر عمل کرنے سے بچو اپنی رائے پر عمل کرنے والے سنت کے دشمن ہیں، حدیثوں کو یاد رکھنے سے بچنے کے لئے اپنی آراء پر عمل کرتے ہیں اور سنت کے خلاف مسئلہ بتا کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں خوب غور سے سن لو ہم آپ ﷺ کی احادیث کی پیروی کریں گے، اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں گھڑیں گے۔

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا، امیر المومنین! ہم نے جب مدائن فتح کیا تو اس وقت ایک کتاب ملی تھی جس میں عجیب عجیب باتیں تھیں اور اچھا کلام تھا۔ فرمایا: کتاب اللہ میں سے تھا؟ کہنے لگا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ منگوا کر اس کو ایک درہ رسید کیا اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ بھی اسی طرح ہلاک ہو گئے کہ اپنے علماء کی کتابوں پر جھک گئے اور تورات و انجیل وہ کتابیں پس پشت ڈال دیں حتیٰ کہ ان کے پڑھنے پڑھانے کو بھی ترک کر دیا۔ اسی وجہ سے وہ علوم بھی ختم ہو گئے جبکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے پھر آیت تلاوت فرمائی

"الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ" (یوسف: ۱-۳)

حضرت اسلم کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے طواف قدوم میں شروع کے چکروں میں جو ہم رمل کرتے ہیں اور کندھے کو ننگا کر کے چلا کرتے ہیں اب اس کا کیا مطلب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے۔ وہاں کفار کا وجود ہی نہیں ہے مگر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسا کیا ہے ہم آپ کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

السائب بن یزید سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا یا امیر المومنین! ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو قرآن کریم کی آیات

کے بارے میں دریافت کرتا پھرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی یا اللہ! اس کی
ملاقات مجھ سے کرا دیجئے۔ چنانچہ وہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک
شخص نے آکر "والذاریات ذروا فالحاملات وقرا" کی تاویل پوچھی۔ وہ عمامہ پہنے
ہوئے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم وہی ہو؟ اس کے بعد اٹھے آستین چڑھائی اور
ہاتھ میں کوڑا لے کر اس کو مارتے رہے۔ پھر فرمایا اس کا عمامہ اتارو، جب عمامہ اتارا تو دیکھا کہ اس کے
سر کے لمبے بال تھے۔ فرمایا اگر تیرے سر کے بال صاف ہوتے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔
پھر حکم دیا۔ اس کو سواری پر بٹھا کر اس کے ملک لے چلو وہاں پر کھڑا کر کے کہیں
بتاؤ صبیغ نے علم تفسیر سیکھنے سے وصول کرنے کی کوشش کی وہ ناکام ہو گیا۔

یزید بن ہارون کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بصرہ کی طرف
بھیجنے کا حکم دیا اور اہل بصرہ کو لکھا بھیجا کہ اس کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو اس سے دور دور
رہو۔ ابو عثمان کہتے ہیں، وہ جہاں بھی آتا، اس کے آتے ہی لوگ متفرق ہو جاتے۔ ایک
سال اسی طرح رہا لوگ اس سے دور رہتے تھے تو وہ سخت مشکل کا شکار ہو گیا اور اپنے کئے
سے رجوع کر کے توبہ کر لی۔ تو پھر اس کے ساتھ مجالست و مقالات کی اجازت دی گئی۔ مگر
اس کی تفریق سے بچے رہنے کا حکم دیا۔

امام زہری فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ تمیمی کو حروف مقطعات کے
متعلق تحقیق کرنے پر سزا دی اور اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ سے خون جاری ہوا۔

نافع کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ طلحہ بن عبید اللہ کو رنگے ہوئے کپڑے
میں دیکھ کر فرمایا یہ کیا پہن رکھے ہو؟ عرض کیا یہ بطور علاج کے لگایا ہے فرمایا تم
حضور ﷺ کے صحابی ہو۔ لوگ تمہاری پیروی کرتے ہیں۔ دیکھ کر تمہاری اقتداء وہ بھی یہی کرتے ہیں۔

جمع قرآن:

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ قرآن کریم کی ایک
آیت کے متعلق دریافت کیا (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں) تو کہا گیا وہ فلاں
شخص کے پاس لکھا ہوا موجود ہے تو "انا للہ" کہا اور جمع قرآن کی طرف متوجہ ہو گئے

بن عبدالرحمن کے بقول جب آپ نے جمع قرآن کا حکم دیا تو لوگوں سے کہا: جس کے پاس قرآن کی آیت بھی لکھی ہوئی موجود ہے وہ میرے پاس لے کر آئے لوگ اپنی بساط کے مطابق اس کو اوراق، تختوں، کھجور کے پتوں پر لکھے ہوئے تھے آپؓ کم از کم دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اسے قبول نہ کرتے۔

عبداللہ بن فضالہ کہتے ہیں: جب آپؓ نے جمع قرآن کا ارادہ فرمایا اس کے لئے کچھ لوگوں کو متعین فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ جہاں کسی آیت کی لغت کے متعلق دو رائے ہوں تو اس کو لغت مضر کے مطابق لکھو کیوں کہ یہ قبیلہ بنو مضر کے ایک شخص پر نازل ہوا۔

صاحب کتاب عرض کرتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احادیث کی تدوین کا بھی ارادہ فرمایا تھا پھر اس کے متعلق استخارہ کیا پورا ایک مہینہ استخارے کے بعد فرمایا مجھے امم سابقہ کا کردار یاد آ گیا کہ انہوں نے کتابیں لکھ کر کتاب اللہ کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے احادیث کو فی الحال جمع نہ کیا جائے۔

آپ کے خطوط:

ابو عثمان کہتا ہے: جس وقت ہم آذربائیجان میں تھے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خط لکھا، تم سے بچتے رہو کافروں کے لباس اور ریشم پہننے سے احتراز کرو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ابو عثمان النہدی سے روایت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا: تم اور اہل عجم کی ہیئت مت اپناؤ ریشمی لباس پہننے سے احتراز کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ابو امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا: اپنے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دو۔

عیاض الاشعری کہتا ہے: میں یرموک کی لڑائی میں شریک رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا تھا اگر قتال کی نوبت آ جائے تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ضرور بلا لو چنانچہ لڑائی کے وقت ہم نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ ہماری مدد کیجئے ہم شدت میں مبتلا ہیں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

نے خط کا جواب دیا۔ آپ لوگوں کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ میں تمہیں ایک ایسی ذات سے مدد طلب کرنے کا کہتا ہوں جو میری مدد سے بہت زیادہ تمہاری مدد کر سکتی ہے۔ جس نے بدر میں محمد ﷺ کی مدد کی جو تعداد میں تم سے بہت کم تھے وہ مدد کرنے والی ذات اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس ہے جب میرا یہ خط پہنچ جائے تو بلا جھجک دشمن کے مقابلے میں جنگ میں حصہ لو اور پیچھے ہرگز نہ مڑو، اور میری مدد کی امید نہ کرو۔ چنانچہ ہم نے دشمن کے ساتھ لڑائی کی۔ دشمن کو شکست فاش دی۔ چار فرسخ تک ان کا پیچھا کیا بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

الحین العنزی کہتے ہیں: بصرہ کے قریب ایک علاقہ ''تبلۃ'' کی فتح کے موقع پر میں بھی حاضر تھا قطب بن قتادہ والسدوسی ہمارے امیر لشکر تھے غنیمت تقسیم ہوئی میرے حصے میں پیتل کی ہانڈی آئی جب میرے قبضے میں آئی تو غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا وہ پیتل کی نہیں بلکہ سونے کی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے امیر لشکر کو بتایا۔ امیر لشکر نے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے استفسار کے لئے خط لکھا تو انہوں نے حکم دیا کہ اگر وہ اس بات کی قسم کھائے کہ تقسیم کے وقت اس کو وصول کرتے وقت اس کو پیتل ہی سمجھ رہا تھا سونا ہونے کا علم بعد میں ہوا۔ تو اسی کے پاس رہنے دیجئے اگر قسم کھانے سے انکار کر دے تو مجاہدین کے درمیان اس کو تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ خط کا جواب آنے کے بعد امیر نے میرے سامنے یہ بات رکھی تو چونکہ واقعہ میرے علم میں نہ تھا۔ میں نے قسم کھائی۔ تو امیر نے اس کو میرے پاس ہی رہنے دیا۔

الحین کے پوتے کا بیان ہے کہ ان کے دادا نے چالیس ہزار مثقال کے عوض فروخت کیا۔ وہ مال اب تک ہمارے پاس موجود ہے وراثت میں اس کی بعض باقیات چلی آرہی ہیں۔

ابو سعید بن ابی بردہ کہتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا ''حمد وصلاۃ کے بعد: بہترین وسعادت مند حکمران وہ ہے جس سے اس کی رعیت خوش ہو۔ بد بخت وشقی ہے وہ حکمران جس سے اس کی رعایا ناخوش ہو۔ دل میں کجی پیدا کرنے اور حق سے روگردانی سے بچ کیونکہ تم اگر کج رو ہو جاؤ گے تو تمہاری رعایا بھی

اس کا اثر دیکھو تو بھی اس طرح کی روش اختیار کریں گے جیسے کہ جانور کسی سرسبز و شاداب زمین پر چر کر پیٹ بھرنے کی غرض سے وہاں چرنے لگتا ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام علیک۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔ جس کی نیت خالص ہو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ معاملات و تعلقات کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرے گا اور خود کو مزین کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے ہاں اس کی عزت و عظمت گھٹا دے گا۔ والسلام علیکم

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک اور خط میں فرماتے ہیں: آج کا کام کل پر مت ڈالو اس طرح سے دیر کی کثرت ہوگی اور تم انہیں پا نہ سکو گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا والوں کے لالچ، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے اور خواہشات نفس کی تابعداری کرنے سے بچائے۔

ایک اور خط میں انہیں لکھا آپ کا کاتب خط میں غلطیاں کرتا ہے۔ اس کی سرزنش کرو۔

زید بن حبیب نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے منشی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ جس میں بسم اللہ کے سین کو نہیں لکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اپنے کاتب کو سزا دو۔ چنانچہ اس کو ایک کوڑا رسید کیا گیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کس وجہ سے تمہیں مارا گیا۔ کہنے لگے سین کی وجہ سے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مسلمانوں کو بے ڈھنگی صورت میں جمع کر رکھا ہے جب یہ خط تمہیں پہنچ جائے تو اشراف و معززین، اہل علم، متقی پرہیزگار اور دیندار لوگوں کو پہلے باقاعدہ ان کی نشستوں میں بٹھانے کے بعد پھر عوام کو آنے کی اجازت دو۔

اپنے ماتحت حکمرانوں کو لکھے گئے خطوط کے آخر میں یہ بھی لکھا کرتے تھے خوشحالی میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرو جو شخص خوشحالی میں خود احتسابی کرے گا اس سے خود گزرے گا اس کا انجام خوشحالی و رضا اور رشک ہوگا۔

جو شخص خوشحالی میں غفلت کی زندگی گزارے گا اور خواہشات نفسانی کا اسیر بن جائے گا۔ تو انجام کار یہ غفلت اس کو ندامت اور حسرت کی طرف منتقل کر دے گی۔ تمہارے لیے میری یہی نصیحت ہے

منتقل کر دیا کہ وہاں مجھے کوئی نہ پہچانے یا کسی کافر ملک میں جا کر وہاں ان کی گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے فرمایا: مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کسی غیر مسلم مشرک ملک میں چلے جاؤ پھر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ فلاں شخص میرے پاس آیا تھا یہ باتیں بتائی میرے خط پہنچنے کے بعد لوگوں کو حکم دو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں اور اگر یہ شراب نوشی سے تائب ہو جائے تو اس کی گواہی بھی قبول کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیئے اور دو سو درہم عطا کرنے کا حکم بھی دیا۔

الاحنف بن قیس سے یحییٰ بن معاویہ کی روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل ان کا ایک خط و حکم نامہ میرے پاس آیا جس میں لکھا تھا جادوگروں کو قتل کر دو اور مجوسیوں میں دیکھو اگر ان میں سے کسی نے اپنے کسی محرم سے نکاح کیا ہو تو ان میں جدائی کرا دو اور کھانے کے وقت منہ بند کر کے آواز پیدا کرنے پر پابندی لگا دو۔ چنانچہ ہم نے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے تین جادوگروں کو قتل کر دیا اور محارم سے نکاح کرنے والوں میں تفریق کر دی اور کھانے کے وقت آواز نکالنے سے منع کر دیا۔ حتیٰ کہ میں نے کھانے کا انتظام کر کے انہیں مدعو کیا تو وہ بغیر آواز مخصوص نکالے کھا رہے تھے۔

یزید بن الاصم کہتا ہے: ایک شامی شخص جو کافی مضبوط تھا اور لڑائی میں پیش پیش تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا کافی دن سے غائب رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا وہ شراب پی کر توقف کی وجہ سے غائب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا اس کو میری طرف سے ایک خط لکھو کہ میں تیرے سامنے اللہ کا تعارف کراتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی شان یہ ہے۔

غافر الذنب و قابل التوب شديد العقاب ذى الطول لا اله
الا هو اليه المصير۔ (غافر ۳)

"گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، قوت والا، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

کسی بڑے آدمی کو آپ کے بارے میں اپنے ساتھ خصوصی طور پر اچھا سلوک کرنے کا طمع اور کمزور کو اپنی کمزوری کی وجہ سے نا امیدی نہ ہو۔ فہم و فراست سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے۔ بعض دفعہ کسی معاملے کا حکم قرآن و سنت میں تجھے نہ ملنے کی وجہ سے مشکلات بھی پیش آئیں گے۔ ایسی صورت میں اشباہ و امثال اور ان سے ملتے جلتے فیصلوں کی مدد سے کام لو، اور اپنے سابقہ فیصلوں کی طرف بھی رجوع کرو۔ ان سے بھی مدد لو اور اپنی دانست میں حق کے قریب ترین فیصلے کے مطابق فیصلہ کرو کہ اس پر بھر پور اعتماد کرو تمام مسلمانوں کی گواہی قابل قبول ہے الا یہ کہ وہ کسی پر تہمت لگانے کی پاداش میں سزا یافتہ ہوں۔ یا ان کے جھوٹ بولنے کی عادت معروف ہو۔ جو کسی کے خلاف دعویٰ کرے، اس کو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے اور گواہ لانے کے لئے وقت مقرر کرو، اگر وقت مقررہ کے اندر ثابت کر سکا تو اس کا حق اس کو دیدو، اگر اس مدت میں وہ ثابت نہ کر سکا، تو "البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر" کے فرمان کے موجب مدعیٰ علیہ سے قسم لیکر اس کے حق میں فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور مجلس قائم کرنے سے نہ اکتاؤ مت، اس لئے کہ اس پر اجر عظیم ملنے کا وعدہ ہے۔ البتہ فیما بینک و بین اللہ اپنی نیت درست اور خالص رکھو، اللہ کی مدد شامل حال ہوگی۔ لیکن اگر عمل محض دکھلاوے کے لئے ہو اور نیت خالص نہ ہو تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے اس کے مرتبے کو پست کر دیتا ہے۔

لوگوں کے دلوں پر آپؓ کی ہیبت:

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے پاس کچھ مستورات بیٹھی ہوئی تھیں اور بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ فوراً حجاب کی طرف چل پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا بات ہے مجھ سے ڈر رہی ہو حضور ﷺ سے نہیں ڈرتیں کہنے لگیں۔ ہاں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آپ تند خو اور طبیعت کے سخت ہیں۔

ایک مرتبہ حجام آپ کے سر کے بال کاٹ رہا تھا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کھانسی آئی۔ حجام کے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے ہوا خارج ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چالیس درہم دیئے۔ (طبقات ابن سعد)

دنیا سے بے رغبتی:

حضرت مجاہد کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ہم نے اعلیٰ ترین و بہترین زندگی صبر کے اندر پائی۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے گوشت اور گھی پیش کیا گیا۔ فرمایا: ان میں سے ہر ایک مستقل سالن ہے، دونوں کو کھانے سے انکار فرمایا۔ ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آ گئے آپ نے ان سے فرمایا اے اہل عراق! اگر میں چاہتا تو آپ کے لئے نرم غذا بنانے کا حکم کرتا، میں دنیا سے اپنا حصہ آخرت کے لئے بچاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا"

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں چاہتا تو میں نرم ترین غذا کھا سکتا تھا اور خوش عیش ہو سکتا تھا، میں کوہان اور دماغ کے بھنے ہوئے گوشت سے بے خبر نہیں ہوں۔ مگر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں خوش عیش لوگوں کو کوئی اچھے الفاظ سے ذکر نہیں فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا"

(الاحقاف: ۲۰)

ترجمہ: "تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے"

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: میں نے غور کیا اگر دنیا چاہتا ہوں تو وہ آخرت کے لئے نقصان دہ ہے اور آخرت چاہتا ہوں تو وہ دنیا کے لئے ضرر رساں ہے۔ جب یہ بات ہے تو ہمیشہ کے فائدے کے پیش نظر فانی دنیا کے نقصان کو میں نے ترجیح دی۔

حضرت حسن فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا آپ کے کپڑوں پر بارہ مقامات پر پیوند لگے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص کے شانے کے چار مقامات پر مختلف رنگ کے پیوند لگے دیکھے ہیں۔ ابو عثمان نہدی کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ازار پر چمڑے کا پیوند لگا ہوا ہے۔ [illegible] سے روایت

فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نئے کپڑے پیش کئے گئے۔ آپ نے ان کو زیب تن فرما کر یہ کلمات ارشاد فرمایا: الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی، و اتجمل به فی حیاتی "ان کلمات کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

و الذی بعثنی بالحق ما من عبد مسلم کساہ اللہ ثیابا

جدد افعمد سمل من اخلاق ثیابہ فکسا ھا عبدا مسلما

مسکینا لا یکسوہ الا اللہ الا کان فی حرز اللہ و جوار اللہ

و فی ضمان اللہ ما کان علیہ منہا سلک حیا و میتا۔

(الترمذی ۳۵۵۵)

ترجمہ "قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث

فرمایا جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے لباس عطا فرما دیا اور وہ پرانا ہونے

پر اس کو خالص اللہ کی رضا کے لئے کسی اور کو پہنا دے گا تو جب تک

اس کا ایک دھاگہ بھی باقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں ہوگا"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بتانے کے بعد بازو دراز کر کے دیکھا تو آستین تھوڑی سی بڑی تھی ہاتھ کے برابر کے زائد حصے کو کاٹنے کا حکم دیا۔ چھری منگوا کر اس کو کاٹا۔ کسی نے کہا: آستین کے کٹے ہوئے حصے میں سلائی کرا دیں۔ فرمایا نہیں: ایسا ہی رہنے دیا جائے۔ ابوامامہ کہتے ہیں میں نے دیکھا آستین کے دھاگے بار بار آپ کی انگلیوں کو لگتے۔

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے مکہ تک اور مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ تک کا۔ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا: اس پورے سفر کے عرصے میں آپ نے کوئی مستقل خیمے کا انتظام نہیں کیا۔ صرف چمڑے کا ایک ٹکڑا درخت کے اوپر ڈال دیا جاتا، اس کے سائے میں بیٹھ جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ قمیص پہن لی اس کی آستین لمبی تھیں چھری سے زائد حصے کو کٹوایا۔ کٹنے کی وجہ سے دھاگے باہر نکلے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: ابو! اجازت ہو تو اس کو سی دوں؟ فرمایا نہیں! ایسے ہی چھوڑ دیجئے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے اور پہنتے ہوئے دیکھا۔ اس کے

وصا ئے تکلف کر کے مٹی تک آ جاتے۔ ([illegible])

علامہ ابن ابی عاصم نقل کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تیل سے بال صاف کر کے پانی کو پایا۔ لوگوں نے اس کو خلاف سنت سمجھ کر اعتراض کیا۔ تو فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ لیکن تو وہاں صفائی کی تمت ہے۔ اس لئے استعمال کرنا اچھا نہیں لگتا۔

ایک تشہد میں فرمایا اگر مجھے حسنات میں کمی ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خوش عیشی میں تمہارا شریک ہو جاتا۔

آپ ہمیشہ جو (یا گندم اور جو ملا) یا باجرا کا آٹا استعمال کرتے۔ مرتے دم تک اس پر عمل پیرا رہے۔ چھنا آٹا کھانے کی وجہ سے کبھی کبھی پیٹ خراب بھی ہو جاتا اور پیٹ سے آوازیں بھی آتیں۔ تو انگلی سے پیٹ پر مارتے ہوئے کہتے ابھی صبر کرو۔ ابھی تیرے کھانے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے تک صبر سے کام لو۔ کبھی کبھار فرمایا کرتے ہم نرم غذا سے واقف نہیں۔ مگر ہم نے اس کو اس دن کے لئے ترک کر دیا ہے۔ جس دن خوف کی وجہ سے عورتوں کا حمل ساقط ہو جائے اور مائیں دودھ پلانا بھول جائیں گی۔

ایک مرتبہ گھر تشریف لائے۔ آپ کو بھوک لگی تھی۔ بیوی سے فرمایا: کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا: چارپائی کے نیچے برتن میں کچھ کھجوریں ہیں۔ اس میں سے تناول کیجئے۔ اس سے کچھ کھجوریں لیں اور پانی پی کر پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: ہلاکت ہے اس کے لئے جس کے پیٹ میں آگ داخل ہو ([illegible])

ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا: اگر آخرت میں حساب و کتاب کا ڈر نہ ہوتا تو مرغن گوشت کا حکم دیتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ پورے دن میں گیارہ لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے اب وسعت عطا فرمائی ہے۔ اگر موٹے کپڑوں کے بجائے نرم لباس اور سخت اور سوکھی روٹی کے بجائے نرم غذا استعمال فرمائیں تو بہتر نہیں ہے؟ فرمایا: میں خود تجھے حکم دیتا ہوں۔ تم مجھے یہ بتاؤ کیا رسول اللہ ﷺ نے آخر عمر تک عسرت کی زندگی کو پسند نہیں فرمایا اور اسی کو اختیار نہیں فرمایا؟ یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے۔ پھر فرمایا: واللہ اگر مجھ سے

کہ آپ ﷺ طرزِ زندگی مقرر فرما گئے ہیں۔ میں بالکل انہی کی طرح کی طرزِ معیشت اختیار کروں گا۔ میری اور میرے دو ساتھیوں کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تین افراد سفر کے لئے نکلے ہوں۔ پہلا راستہ پر رواں دواں ہوا۔ ان میں سے ایک نے اپنا زادِ راہ لیا اور چلا اور منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرا بھی اس کے نقشِ قدم پر چل کر منزل تک پہنچ گیا۔ پھر تیسرا کہ ان کے راستے پر چلا تو ان تک رسائی ہو جائے گی اور ان کے ساتھ ہوگا۔ اگر ان کے راستے کے علاوہ پر چلا تو کبھی بھی ان تک نہ پہنچ پائے گا۔

ابو الربیع بن زیاد الحارثی کہتا ہے ایک مرتبہ ایک وفد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے وفد کے ہر ہر فرد کو ایک ایک درہم عنایت فرمایا۔ اتنے میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام آیا یا امیر المؤمنین! یہ عراق کے سربرآوردہ اور قوم کے اہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ان کا بہتر طریقے سے اکرام کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک عطا (درہم) سے زائد نہیں دوں گا۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ ترین بستر جو آپ نے استعمال کیا ہے۔ کس طرح تھا۔ اور آپ کا اعلیٰ ترین کھانا جو آپ نے زندگی میں تناول فرمایا تھا۔ بتایئے وہ کیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ خیبر کے موقع پر دستیاب ہونے والی ایک چادر تھی جس کو میں آپ کے لئے بچھاتی تھی۔ آپ رات کے وقت اسی پر آرام فرماتے۔ ایک دن میں نے اس کو چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ صبح آپ ﷺ نے پوچھا: حفصہ! رات آپ نے نیچے کیا بچھایا تھا۔ میری نیند میں خلل ڈال دیا؟ میں نے عرض کیا یہ بھی وہی چادر تھی جس کو میں نے چار تہہ کر دیا تھا۔ فرمایا اسے ایسا نہ کیا کرو جس طرح پہلے بچھاتی تھی ایسے ہی بچھا دیا کرو۔ یہ تھا آپ کا اعلیٰ ترین بستر اور کھانے میں یہ تھا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس سفید آٹا موجود تھا۔ اس کو میں نے چھان کر روٹی بنائی اور ہمارے پاس کچھ گھی رکھا ہوا تھا روٹی کو اس میں تر کر کے پیش کیا۔ اتنے میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے فرمایا یہ گھی تو بہت کم ہے۔ میرے پاس کچھ گھی موجود ہے۔ میں لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ جا کر گھی لائے اور اس میں سے کچھ روٹی کے ساتھ ملا کر تناول فرمایا۔ یہ آپ کا اعلیٰ ترین کھانا تھا۔ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اور فرمایا: واللہ ایک

جائے سے تم دونوں کو نہیں روں گا۔ دیکھا یا حضور ﷺ کو بستر اور ان کا خادم کس طرح تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آ کر دیکھا کہ لوگوں کے سامنے برتن رکھے ہوئے ہیں اور وہ کھا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ دیکھا ان کے سامنے بے چھنے آٹے کی روٹی اور تھوڑا سا گھی ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ مجھے اپنے پاس بلا کر یہ کھلا رہے ہیں، روٹی اور گوشت کھانے کو نہیں دیا؟ فرمایا: میں نے اپنے ذاتی کھانے کی طرف بلایا ہے۔ جو یہ کھا رہے ہیں یہ عام کھانے کا حصہ ہے۔

ابو امامہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اشعث بن قیس بھی ہمارے ساتھ تھے۔ گلیوں میں پھر کر تھک کر ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ اشعث آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔ جس میں گوشت تھا۔ آپ نے اس میں سے ایک بوٹی اٹھائی، تو اشعث نے کہا: اگر اس کو گھی میں تلوا دیتے تو بہتر ہوتا اور لذیذ بھی ہو جاتا اور مزیدار بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: دو سالن ایک ساتھ؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے پیش روؤں کے ساتھ زندگی گزاری ہے میں ان کے طریقے کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا۔ ان کے طریقے کے خلاف کر کے ان کے ساتھ کیسے مل پاؤں گا۔

ایک دفعہ آپ نے کچھ مشروب کا تقاضا کیا۔ شہد ملا ہوا شربت پیش کیا گیا۔ تو اس کو ہاتھ میں ڈال کر چھانٹنے لگے فرمایا میں ایسے ہی نہیں کرتا ہوں تا کہ اس کی حلاوت زائل ہو جائے اور کڑواہٹ باقی رہے۔ پھر بھی اس کو نوش نہیں کیا۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیا اس نے پی لیا۔

الاحنف بن قیس کا کہنا ہے: ایک وفد میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معیت میں بصرہ سے وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ وہاں کھانے کے وقت صرف تین روٹیاں پیش کی جاتیں۔ کبھی ان کو گھی میں تل کر پیش کیا جاتا۔ کبھی دودھ کے ساتھ اور ایک دن گوشت کے ساتھ۔ لوگ کھاتے مگر اس کو کم اور ناکافی سمجھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ لوگ اس کو کم محسوس کر رہے ہیں، فرمایا: میں سمجھتا ہوں تم اس کو کم سمجھ رہے ہو میں یہ بھی سمجھ رہا ہوں تمہاری زندگی کیسی ہے اگر میں بھی چاہوں تو بہترین گوشت مرغن غذائیں اور پینا ہو: گوشت کھا سکتا ہوں، لیکن ان کو ترک کر کے میں نے اپنی نیکی آخرت

ت کے لئے باقی رکھی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خوش بختی کی تعیب فرمائی ہے۔ فرمایا ہے:

"اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا"

(الاحقاف۔ ۲۰)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کپڑوں کے جوڑے آ گئے آپ نے انہیں تقسیم فرمایا ہر ایک کو ایک ایک کپڑا ملا جب آپ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف ہوئے تو فرمایا: لوگو! سن لو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم نہیں سنیں گے، فرمایا: اے ابو عبداللہ کیوں؟ عرض کیا کیوں کہ آپ نے کپڑوں کی تقسیم میں ہمیں ایک ایک کپڑا دیا اور خود دو کپڑوں میں ملبوس ہو۔ فرمایا: ٹھہرو جلد بازی سے کام نہ لو۔ پھر عبداللہ کو آواز دی۔ فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! عرض کیا امیر المومنین! میں حاضر ہوں، فرمایا: یہ چادر جو میں نے پہن رکھی ہے کس کی ہے؟ عرض کیا میری ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب بیان کرو ہم سنیں گے۔

ابوعثمان روایت کرتے ہیں عتبہ بن فرقد جب آذربائیجان آئے۔ تو ان کے سامنے خبیص (کھجور اور گھی کا آمیز کردہ طعام) پیش کیا گیا۔ کھایا تو بہت زیادہ لذیذ اور مزیدار لگا۔ کہنے لگے اللہ کی قسم! میں اس طرح کھانا بنا کر امیر المومنین کو پیش کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے خبیص بنا کر دو بڑی دیگوں میں ڈال کر اونٹ پر لاد کر دو آدمیوں کے ذمہ لگا دیا کہ یہ امیر المومنین کی خدمت میں پیش کرو ان حضرات نے جب اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو فرمایا: کیا ہے یہ؟ عرض کیا خبیص ہے آپ نے اس سے چکھ لیا۔ فرمایا لشکر کے تمام لوگ سیر ہو گئے؟ قاصدوں نے کہا نہیں ہوئے ہیں فرمایا: تو پھر میں اس کو قبول نہیں کروں گا تم اس کو واپس لے جاؤ اور عتبہ کو خط لکھا: یہ مسلمانوں کا حق ہے تمہارے ماں باپ کی کمائی نہیں ہے۔ پہلے ان کو کھلاؤ۔

اس روایت کو خود عتبہ اس طرح بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں خبیص بنا کر بڑے بڑے برتنوں میں بھر کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ صبح صبح امور خلافت نمٹانے اور مسلمانوں کے درمیان فیصلے کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ میں نے چاہا آپ ان امور سے فارغ ہو کر اس میں سے کچھ کھایا کریں تو آپ کو قوت ہوگی اور صحت برقرار رہے گی۔ ایک برتن کا منہ کھول کر چکھ کر فرمایا: اے عتبہ! میں

مجھے یہ حکم دیتا ہوں کہ جب واپس جاؤ گے تو لشکر کو اسی طرح بنا کر کھلا دینا۔ میں نے عرض
کیا: امیر المومنین! اگر میں سارا مال بھی صرف کر دوں تو پورا نہیں ہوگا۔ فرمایا تو پھر مجھے اس
کی ضرورت نہیں۔ میں اس کو نہیں کھا سکتا۔ پھر مجھے کھانے کے لئے اپنے ساتھ شریک کیا۔
دیکھا بے چھنے آٹے کی روٹی اور گردن کے گوشت کا سالن ہے۔ میرے ساتھ بڑے شوق
سے کھانے لگے۔ برتن میں ایک سفید بوٹی نظر آئی۔ میں خوش ہوا کہ شاید کوہان کا گوشت
ہوگا۔ اٹھا کر منہ میں ڈالا اور چبانے لگا۔ تو ٹوٹنے اور پھٹنے کا نام ہی نہ لے۔ معلوم ہوا وہ
گوشت نہیں بلکہ پٹھوں کی رگ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نظر بچا کر منہ سے نکال کر
دسترخوان میں برتن کے نیچے چھپا کر رکھ دی۔ کھانے سے فارغ ہو کر شربت منگایا۔ مجھے بھی
پیش کیا مگر گڑ وغیرہ کی وجہ سے مجھ سے پیا نہ گیا۔ وہ سارا پی گئے۔ پھر فرمایا عتبہ! سن لو!
ہمارے ہاں روزانہ ایک اونٹ ذبح ہوتا ہے۔ اس کا گوشت اور چربی باہر سے آنے والے
مسلمانوں کے لئے پکتے ہیں۔ گردن اور پچھلے گوشت کی بوٹیاں کھاتے ہیں۔ یہ عمر (رضی اللہ عنہ)
کے اہل و عیال کی خوراک اور مشروب ہے۔ کیا اس سے بیت المال کو نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں عتبہ بن فرقد اسلمی یوں فرماتے ہیں۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے ہاں حاضر ہوا۔ وہاں روزانہ اونٹ ذبح ہوتا تھا۔ اس کا گوشت آفاق سے آنے والے
مسلمانوں اور امہات المومنین کو دیا جاتا۔ البتہ گردن کا حصہ اور پچھلے ٹکڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے گھر والے استعمال کرتے تھے۔ میں ان کے ساتھ کھانے میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا
بے چھنے آٹے کی روٹی سخت روٹی اور گردن والی ہڈی کا گوشت تھا۔ میں نے ایک ٹکڑا منہ
میں ڈال کر بہت چبانے کی کوشش کی مگر اس کے باوجود بھی نہیں چبا سکا۔ پھر ایک سفید بوٹی
پر نظر پڑی میں نے سمجھا یہ کوہان کا گوشت ہوگا۔ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو وہ گردن کا حصہ تھا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ عمر رضی اللہ عنہ کا سفید آٹا ہے۔ یہ وہ
عراق کا آٹا نہیں جس کو تم اور تمہارے ساتھی کھاتے ہیں۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اپنے اہل و عیال اور مال کے ختم ہونے کا کوئی غم
نہیں ہوتا۔ ان کے ختم ہونے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہوں گا مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

کے متعلق میری خواہش ہے کہ میرے بعد بھی زندہ رہے۔

ابو احنف المؤذن کا کہنا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کچھ کھجوریں تناول کر کے اس کے اوپر پانی نوش کر کے فرمایا "من ادخلہ بطنہ النار فابعدہ اللہ" جو شخص اپنے پیٹ میں آگ داخل کر دے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔

آپؓ کی تواضع:

جبیر بن نفیر نے کہا ایک مرتبہ بعض حضرات نے گفتگو میں کہا اے امیر المومنین! حضور ﷺ کے بعد عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے، بے دھڑک حق کی بات کہنے والا اور منافقین کی سب سے زیادہ سرکوبی و سرزنش کرنے والا آپ سے بڑھ کر ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ سب سے بہترین ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگوں نے غلط کہا۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی میں نے دیکھا ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عوف نے بالکل سچ کہا ہے تم لوگوں نے درست نہیں کہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مشک سے بھی زیادہ خوشبودار جبکہ میں اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بے راہ تھا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے تھے اس وقت عمر رضی اللہ عنہ حالت کفر میں تھے۔

حضرت مجاہد بن سعید سے روایت ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ رستم پہلوان نے قادسیہ کی طرف رخ کیا ہے تو اسلامی لشکر کی خبر جاننے کے لئے صبح سے لیکر ظہر تک مدینہ سے باہر جاتے اور آنے جانے والوں سے معلومات حاصل کرتے رہتے دن ڈھلنے کے بعد واپس مدینہ تشریف لاتے۔ ایک دن باہر گئے ہوئے تھے کہ فتح کی خوشخبری لانے والے سے ملاقات ہوئی۔ اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے کہاں سے آ رہے ہو؟ کہنے لگا: میں قادسیہ سے آ رہا ہوں، فرمایا: جنگ کی صورت حال کے متعلق کوئی خبر؟ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ہزیمت اور شکست سے دوچار کر دیا اور دشمن مغلوب ہو گیا آپؓ یہ سن کر خوش ہوئے۔ پیغام رساں کو معلوم نہیں تھا یہ امیر المومنین ہیں وہ اپنی سواری پر یہ پیدل مدینہ کی طرف آ گئے، مدینہ کے اندر داخل ہو گئے تو سامنے آنے والوں نے السلام علیکم یا

امیر المومنین کہا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہی امیر المومنین ہے عرض کیا حضرت! آپ مجھے پہلے بتا دیتے فرمایا نہیں میرے بھائی اس کی ضرورت نہ تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ کیا کہ تم اپنی عورتوں کا مہر چالیس درہم سے زیادہ مقرر نہ کرو جو اس مقدار سے زائد مہر مقرر کرے گا اس سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ اتنے میں صف سے ایک عورت کھڑی ہو گئی کہنے لگی کیوں اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں اشکال کیوں ہو؟ عرض کیا اشکال اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ
بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا"۔ (النساء:٢٠)

ترجمہ "اور ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی
واپس نہ لو۔ کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک عورت نے درست کہا اور ایک مرد سے غلطی ہو گئی۔

حضرت مسروق بن الاجدع سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر فرمایا: تم اپنی عورتوں کے مہر کیوں زیادہ مقرر کرتے ہو؟ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ مہروں کو زیادہ مقرر نہیں فرماتے چار سو درہم سے زیادہ نہ تھے۔ اگر مہر کی زیادتی باعث تقویٰ یا باعث عزت ہوتی تو تم ان سے بڑھ جاتے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کئے ہوں۔ جب منبر سے نیچے اترے تو ایک قریشی عورت نے اشکال کیا۔ اور کہا: امیر المومنین! آپ نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا؟ کیا آپ نے قرآن کریم کی آیت نہیں سنی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کونسی آیت ہے؟ عرض کیا: ارشاد باری ہے:

"وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ
بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی فرمایا: "اللھم اغفر" اے اللہ معاف فرما دیجئے مجھ سے تو ہر انسان زیادہ سمجھدار ہے۔ پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: لوگو! میں

نے تم کو چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے روکا تھا اب میں یہ کہتا ہوں کہ اب جو چاہے مہر مقرر کرے۔ اسے اس کا اختیار ہے۔ (کنز العمال، ج ۸، ۲۹۸۳۱)

ابو العالیہ شامی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جابیہ (شام کے قریب علاقہ) تشریف لائے۔ آپ نے سوتی کپڑے کی قمیص زیب تن کی ہوئی تھی۔ جو پھٹی ہوئی تھی۔ گریبان پھٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ لوگوں کے سردار کو بلاؤ۔ اس کو بلا کر لایا گیا۔ ان سے فرمایا: مجھے عاریتاً ایک قمیص دے دو اور میری قمیص کو دھلوا دو اور سلوا دو۔ چنانچہ کتان کی ایک قمیص پیش کی گئی۔ فرمایا یہ کس چیز کا کپڑا ہے؟ بتایا گیا کتان کا۔ فرمایا کتان کیا ہوتا ہے؟ تفصیل بتائی گئی۔ اپنی قمیص اتاری کتان والی قمیص کو زیب تن فرمایا۔ اس کو دھویا گیا اور پیوند لگایا گیا۔ گاؤں کے رئیس "اقلیموس" نے عرض کیا آپ عرب کے بادشاہ ہیں۔ اس علاقے میں سواری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہوتے۔ گھوڑے استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک گھوڑا بغیر زین اور کپڑے کے پیش کیا گیا۔ آپ نے اس پر سواری کی۔ پھر فرمایا اس کو روکو۔ میرا خیال نہیں تھا کہ لوگ شیطان پر سوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنے اونٹ پر ہی سوار ہو گئے۔

ایک مرتبہ شام تشریف لے گئے لشکر کے امراء ملاقات کے لئے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔ کہنے لگے ابھی آنے والے ہیں۔ اتنے میں وہ اپنی اونٹنی کو رسی کی لگام ڈال کر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیا اور حال احوال پوچھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو جانے کی اجازت دی اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے گھر میں دیکھا کہ سوائے ایک تلوار ایک کمان اور کجاوے کے کچھ بھی نہیں تھا۔ فرمایا ابو عبیدہ! کچھ اور سامان بھی رکھتے تو بہتر ہوتا۔ عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! یہ ہمیں ہماری آرام گاہ تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔

ایک مرتبہ شام کے سفر میں پانی سے گزرنا پڑا۔ تو سواری سے اترے موزے اتارے جوتے اور موزے ہاتھ میں پکڑ رکھے اور اونٹ کی مہار ہاتھ میں تھام کر ننگے پاؤں پانی کے اندر گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بھی ساتھ تھے عرض کیا امیر المؤمنین! آپ نے یہ کیا طریقہ اختیار کر لیا۔ یہ لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح کرنے کو پسند نہیں

نے ملاقات کی اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اس نے کہا: اے ابن خطاب! آپ ہمیں کچھ عطا کرتے ہیں نہ عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے قریب تھا کہ اس کی سرزنش کرتے اتنے میں عیینہ کے بھتیجے الحر نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہیں:

"خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلين"

(الاعراف ۱۹۹)

"درگزر کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے الگ رہو"

یہ جاہل ہے۔ آیت سن کر آپ کا غصہ بالکل ختم ہو گیا۔ اس کو معاف کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ چادریں آئیں آپ نے ان کو مہاجرین و انصار کے درمیان تقسیم کرا دیا۔ ان میں ایک اعلیٰ قسم کی چادر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کس کو دوں گا؟ تو اس کے دوسرے احباب اعتراض کریں گے کہ ان کو اعلیٰ دے دیا۔ ہم کو اس سے کمتر۔ تو ایسی شخصیت کی نشاندہی کرو جو کم عمر ہو اور جس کی نشوونما خوشحالی میں ہوئی ہو۔ حضرات نے حضرت مسور بن مخرمہ کا نام پیش کیا چنانچہ وہ چادر انہیں عطا کر دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چادر کو دیکھ کر فرمایا: مسور! یہ کیا ہے؟ فرمایا: حضرت امیر المومنین نے عطا فرمائی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے، مجھے آپ نے یہ چادر پہنائی اور میرے بھتیجے کو اعلیٰ ترین چادر سے نوازا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو اسحاق! بات اصل میں یہ تھی کہ آپ میں سے کسی کو دی جاتی تو سب اعتراض کرتے، انہیں اس لئے دی کہ اس نے خوشحالی میں تربیت پائی ہے۔ تاکہ کسی کو اعتراض نہ ہوگا اور وہ کم عمر ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے قسم کھا لی ہے کہ یہ چادر عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر نیچے کرتے فرمایا: یہ لو عمر کا سر حاضر ہے۔ البتہ ایک بوڑھے کو دوسرے بوڑھے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ان کے اور کسی شخص کی توتو میں میں ہو گئی۔ اس شخص نے کہا امیر المومنین! ذرا خوف خدا کرو۔ پاس ایک آدمی نے کہا: ارے تم امیر المومنین کو ایسی بات کہہ رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چھوڑ دو ان کو کہنے دیجئے انہوں نے بڑی اچھی بات کہی

ہے۔ ایسی باتیں منہ میں کہو گے تو تمہارے لئے بھلائی نہیں ہوگی اور ہم اگر ان باتوں کو قبول
نہ کریں ہم بھی بھلائی سے خالی رہیں گے۔

علی بن رباحؓ سے روایت ہے: جابیہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب
فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اموال پر خازن اور قاسم بنایا ہے۔ بلکہ اس کی تقسیم کرنے والا اللہ ذی
ہے۔ اللہ کے حکم سے سب سے پہلے ان میں سے میں اہل بیت نبوی ﷺ کو دوں گا۔ چنانچہ
حضرات ازواج مطہرات کے لئے سوائے حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور میمونہ رضی اللہ عنہن کے
سب کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر کیا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ
ہمارے درمیان برابری فرماتے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے لئے دس، دس ہزار
مقرر فرمایا۔ پھر فرمایا اس کے بعد میں پہلے مہاجرین اولین کو عطا کروں گا کیوں کہ ہم کو اسلام کی
پاداش میں ظلماً ہمارے گھروں سے نکالا گیا تھا ان میں سے اس کے بعد مہاجرین اصحاب بدر
کے لئے پانچ پانچ ہزار اور بدر کے عام حاضرین کو چار چار ہزار اور شرکاء حدیبیہ کو تین تین ہزار
عطا فرمایا پھر ہجرت میں مقدم حضرات کو عطا میں مقدم کیا۔ اور جو فتح سے ہجرت کرنے والوں کو
عطا میں بھی مؤخر کیا پھر فرمایا مؤخر حضرات کسی کو ملامت نہ کریں خود اپنے آپ کو ملامت
کریں۔ پھر فرمایا میں خالد بن ولید کے متعلق ایک معذرت کر رہا ہوں وہ یہ کہ میں نے ان کو
حکم دیا تھا کہ وہ اس مال کو ضعفاء میں تقسیم کریں۔ مگر انہوں نے صاحب قوت اور صاحب
لسان لوگوں کو بھی نوازا چنانچہ میں نے ان کی جگہ ابوعبیدہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ ابوعمرو حفص بن
المغیرہ کھڑے ہو کر بولنے لگے عمر! ہم آپ کا عذر قبول نہیں کریں گے۔ آپ نے ایک ایسے
عامل اور امیر کو معزول کیا جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے عامل مقرر فرمایا تھا۔ آپ نے ایک ایسی
تلوار کو میان میں کر دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے میان سے نکالا تھا آپ نے ایک ایسے
جھنڈے کو اتار دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے بلند فرمایا تھا۔ آپ نے رشتہ داری کا خیال نہیں
کیا بلکہ اس کو توڑ دیا اور اپنے چچازاد سے حسد کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے یہ
بات اس کے قریبی رشتہ دار ہونے اور حدیث السن ہونے کی بناء پر بحالت غصہ کہہ رہے ہیں۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ کو چلا صبح کی روشنی
پھیلنے سے پہلے ہم مدینہ پہنچے تو لوگ نماز پڑھ کر اپنے اپنے کاموں کی طرف جا رہے تھے

ہمارے سامنے بازار میں ایک شخص آیا۔ جس کے ہاتھ میں درہ تھا۔ کہنے لگے اے دیہاتی! تم اس بکری کو فروخت کر رہے ہو؟ پھر بھاؤ تاؤ کرتے کرتے ایک قیمت پر رضامندی ہو لی مگر قیمت ادا نہیں کی تھی۔ درہ ہاتھ میں لئے بازار کا چکر لگاتے اور لوگوں کو خوف خدا اختیار کرنے کی تلقین و نصیحت فرماتے اور بار بار آتے جاتے اور میرے والد کے پاس آ کر ہر بار کہتے آپ کے حق کی وجہ سے میں محبوس ہو گیا ہوں بازار کے باہر نہیں جا سکتا۔ تیسری بار کہنے پر میرے والد کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگے تم دیتے مجھے نہیں بکر رہے ہو، مجھ پر ظلم کر رہے ہو، یہ کہہ کر ان کے گریبان پکڑ کر سینے پر ایک مکا رسید کیا۔ لوگوں نے اٹھ اٹھ کر کہا! اے اللہ کے دشمن! تم امیر المومنین کو مکا مار رہے ہو؟ امیر المومنین میرے والد کو گریبان سے پکڑ کر ایک قصائی کے پاس لے گئے۔ اس سے کہا اس کا حق اس کو دیدو اور میرا منافع تم لے لو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بکری فروخت کرنے کے لئے اس کو دی تھی۔ قصائی نے کہا کوئی بات نہیں اس کو رقم میں دیتا ہوں۔ آپ اپنا منافع بھی لے لیجئے چنانچہ اس نے میرا حق دیدیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے والد سے فرمایا: اب اپنا حق پورا پورا لے لیا؟ میرے والد نے کہا لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: باقی رہا آپ کا مکا۔ میں اس کو میں نے اللہ کے لئے درگزر کرتے ہوئے معاف کر دیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا بائیں ہاتھ میں گوشت اور دائیں ہاتھ میں درہ لئے چلتے چلتے گھر تشریف لے گئے۔

سخت گرمی کے دنوں میں ایک چادر سر پر رکھ کر جا رہے تھے اتنے میں ایک جوان دراز گوش پر سوار ہو کر پاس سے گذرا اس سے فرمایا: ارے نوجوان! مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو نوجوان فوراً نیچے اترا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! سوار ہو جائیے، فرمایا: نہیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا آپ آگے بیٹھئے میں تیرے پیچھے بیٹھوں گا چنانچہ اس طرح اس کے پیچھے بیٹھ کر مدینے میں داخل ہوئے اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ورع وتقویٰ کا ذکر:

حضرت مسعود بن مخرمہ کہتے ہیں: ورع وتقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پڑے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے ایک اونٹ خریدا۔

اور ان کو چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ جب وہ خوب موٹا ہو گیا تو اس کو مدینے کے بازار میں لے آیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار تشریف لائے تو ایک مضبوط موٹا اونٹ دیکھ کر فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے؟ کسی نے بتایا کہ یہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ فرمانے لگے، واہ واہ امیرالمؤمنین کے بیٹے کا ہے میں جلدی جلدی ان کے پاس آ گیا۔ عرض کیا، امیرالمؤمنین کیا ہوا؟ فرمایا یہ اونٹ کس طرح ہے؟ میں نے عرض کیا یہ میں نے خریدا تھا اور چراگاہ میں جہاں دوسرے لوگوں کے اونٹ چرتے ہیں چھوڑا ہوا تھا فرمانے لگے۔ یہ کہہ کر چھوڑ چھوڑ نا تھا کہ امیرالمؤمنین کے بیٹے کے اونٹ کا خیال کرنا۔ پھر فرمایا: عبداللہ! اپنا اصل راس المال لیکر باقی منافع بیت المال کے اندر داخل کرادو۔ (ازالۃ الخفاء ...)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ فتح جلولاء کے موقع پر میں حاضر تھا۔ میں نے مال غنیمت میں سے چالیس ہزار درہم کے بدلے چیزیں خریدیں اور انہیں لیکر مدینہ منورہ چلا آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر مجھ سے فرمایا: عبداللہ! اگر مجھ کو آگ کے اندر ڈالا گیا تو کیا تم مجھے چھڑا دو گے؟ میں نے عرض کیا۔ میں اپنا تمام مال دیکر چھڑا دوں گا فرمایا: تیرے اس مال کے متعلق میرا ایک احتمال ہے مجھے لگتا ہے جلولاء کے مقام پر لوگوں نے آپ کو صحابی رسول اور امیرالمؤمنین کا بیٹا ہونے کے ناطے چیزیں فروخت کرنے میں رعایت کی ہوگی، اور اسی وجہ سے سستے داموں آپ نے یہ چیزیں خریدی ہیں۔ اس کے بعد سات دن تک خاموش رہے، سات دن کے بعد تاجروں کو بلا کر اس مال کو ان کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اور مجھے مناسب منافع دیکر باقی قیمت حضرت سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ یہ مال جلولاء کے جہاد میں شریک مجاہدین میں تقسیم کر دیں اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو گیا ہو تو اس کے حصے کو ان کے ورثاء تک پہنچایا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے جہاد پر جانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تو مجھ سے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! مجھ سے آپ یہ توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: اصل میں بات یہ ہے۔ تم کفار سے جہاد کرو گے تمہیں فتح نصیب ہوگی۔ کفار کے لوگوں کو قیدی اور ان کے مالوں کو غنیمت بناؤ گے۔ غنیمت میں باندیاں بھی ہوں گی، ان کو خریدنے

اس نے تو صدقے کی اونٹنی کا دودھ مجھے پلایا ہے میرے لئے وہ کہاں تک جائز ہے؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! نہ صرف اس کا دودھ آپ کے لئے جائز ہے بلکہ گوشت بھی آپ کے لئے حلال ہے۔

خوف الٰہی کی کیفیت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: ایک مرتبہ آپ کے والد نے میرے والد کے ساتھ ملاقات کی میرے والد نے ان سے فرمایا: اگر تیرے اعمال کے مطابق تجھ سے کوئی حساب کتاب نہ ہو، بلکہ نیک اعمال کو برے اعمال اور برے اعمال کو نیک اعمال کے بدلے برابر قرار دیا جائے تو تجھے خوشی ہوگی اور تم اس کو پسند کرو گے؟ تو تیرے والد محترم نے کہا: اے امیر المومنین! میں بصرہ میں تعینات تھا، وہاں کے لوگ ظلم میں مشہور ہیں۔ میں نے ان کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی، دین سے ان کو روشناس کرایا، اور ان کو لیکر جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مجھے عظیم بدلہ عطا فرمائے گا۔ میرے والد عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن میں اس بات کو پسند کروں گا کہ میرے اعمال نیک و بد برابر کر کے مجھے حساب سے چھٹکارا مل جائے اور مجھے کچھ نہ دے، مجھے یہ بھی ہو میرا عمل خالص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو۔ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے والد میرے والد سے بہت بہتر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر دریا فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہو جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا بھی مجھ سے مواخذہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر سوار ہو کر تیزی کے ساتھ چلتا ہوا دیکھ کر عرض کیا: اے امیر المومنین! کہاں تشریف لے جا رہے ہو؟ فرمایا: صدقہ کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے، اس کو تلاش کرنے نکلا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ اس طرح کر کے آپ نے بعد میں آنے والے خلفاء کو تکلیف میں ڈال دیا۔ فرمایا: اے ابوالحسن! آپ مجھے ملامت نہ کیجئے اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر دریا فرات کے اس پار بکری کا ایک بچہ بھی ضائع ہو گیا تو کل قیامت کے دن عمر سے اس کا بھی مواخذہ ہوگا۔ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کیسے آدمی تھے؟ فرمایا: وہ خوف خدا میں اس پرندے کی مانند تھے جس نے راستے کے ہر

طرف ہوں پیچھے ہٹ جاتے ہوں وہ دوسری طرف پیچھے کی طرف ہو جائیں۔

ابن سلام کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حرم میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک حوض پر کھڑے وضو کرنے والے مردوں اور عورتوں کو مار مار کر علیحدہ کر رہے ہیں۔ پھر میرا نام پکار کر کہا اے فلاں! میں نے عرض کیا لبیک یا امیر المومنین! فرمایا کوئی لبیک شبیک نہیں۔ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ مردوں کے وضو کے لئے علیحدہ اور عورتوں کے لئے علیحدہ حوض بناؤ تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پھر وہاں سے چلے جاتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ان سے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ میں ہلاک ہو چکا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ فرمایا میں نے اللہ کے حرم میں مردوں اور عورتوں کو مارا ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین! آپ قوم کے محافظ اور سربراہ ہیں اگر آپ نے ان کی بھلائی ان کی اصلاح اور خیر خواہی کی بنیاد پر کی ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے عذاب نہیں دے گا۔ اگر آپ نے بلا وجہ مارا ہے تو آپ ظالم اور مجرم ہیں۔

ایک مرتبہ مدینہ کی گلی میں گشت کے دوران یہ آیت خیال میں آئی

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا۔

(الاحزاب ۵۸)

"اور جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو ناکردہ گناہوں پر ستاتے ہیں"

اور پڑھتے گئے اور دل میں خدشہ پیدا ہوتا گیا کہ شاید میں لوگوں کو ایذا دیتا ہوں سیدھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھر گئے وہ ایک تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر تکیہ ان کے لئے پیش کیا۔ فرمایا لیجئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کر کے بیٹھ کر مذکورہ آیت تلاوت کی۔ فرمایا میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں اس آیت کا مصداق نہ بن گیا ہوں کہ میں مومنین اور مومنات کو ایذا دیتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انشاء اللہ! ایسا نہیں ہوگا لیکن آپ ادب سکھانے والے آدمی ہیں۔ لوگوں کی غلطیوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کو بتاتے ہیں تاکہ لوگ ان غلطیوں سے باز آ جائیں۔ فرمایا آپ نے تو کہہ دیا۔ بس اللہ ہی کو معلوم ہے کبھی کبھار، تھوڑا آگ کے قریب کر کے خود کو خطاب کر کے فرمایا کرتے اے خطاب کے بیٹے! تجھے اس آگ کو

برداشت کرنے کی طاقت ہے؟

کبھی کبھار فرمایا کرتے: کاش کہ میں انسان ہی نہ ہوتا تاکہ آخرت کے حساب و کتاب سے بچ جاتا۔ کبھی زمین سے مٹی اٹھا کر فرماتے، کاش! میں مٹی ہوتا یا پیدا ہی نہ ہوتا میری ماں مجھ کو نہ جنتی! کاش! میں نسیاً منسیاً ہوتا۔ ایک مرتبہ شام میں آپ کے لئے کھانا تیار کیا گیا جو پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ فرمایا: ہمارے لئے ایسا کھانا بنائے ہو ان فقراء مسلمین کے لئے کیا ہے جن کا جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرتا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے لئے جنت ہے اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اگر ہمارے لئے یہ اور ان کے لئے جنت ہے تو ہمارے اور ان کے درمیان بڑا فرق ہوگا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس سخت مشقت میں قحط کی شکایت کی تو ان کی آنکھوں سے آنسو مسلسل رواں کی طرح بہہ پڑے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دربار الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! ان کی ہلاکت کو میرے ہاتھوں پر نہ کر پھر ان کو گندم دینے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح قادسیہ کے موقع پر روم کے بادشاہ (کسریٰ) کا جبہ اس کی تلوار، شلوار، قمیص، تاج اور اس کے جوتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ جب یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے چہروں کی طرف ایک نظر دوڑائی پھر سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی (جو قد وقامت کے لحاظ سے سب سے زیادہ جسیم تھے) کو آواز دی فرمایا: کھڑے ہو کر اس کو پہن لو، سراقہ کہتے ہیں میرے دل میں طمع سا پیدا ہوا کہ شاید یہ مجھے عطا کریں گے، چنانچہ میں کھڑا ہو کر اس کو پہن لیا فرمایا: آگے پیچھے چل کر دکھاؤ، پھر فرمایا: واہ واہ بنو مدلج کا ایک اعرابی (دیہاتی) کسریٰ کی قمیص اس کا جبہ اس کی تلوار و تاج اور جوتے زیب تن کیے ہوئے ہے۔ پھر فرمایا: انہیں اتار دو، میں نے اتار دیا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! یہ چیزیں آپ نے اپنے محبوب رسول جو یقیناً ہم سب سے مکرم و معزز تھے کو نہیں عطا فرمائیں۔ پھر ان کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ جو ہمارے مقابلہ میں آپ کے زیادہ قریب اور مکرم تھے کو نہیں دیں۔ اے اللہ! یہ چیزیں مجھے عطا فرما کر میری آزمائش کر رہے ہو اور امتحان لے رہے ہو۔ پھر بہت

زیادہ رونے لگی کہ اہل عجم کا ان پر قبضہ آگیا پھر حضرت عبدالرحمن سے فرمایا میں تمہیں
قسم دیتا ہوں کہ شام سے پہلے پہلے ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسلمانوں کے
درمیان تقسیم کر دو۔

جب تاج کسریٰ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا
لوگوں نے یہ مال اپنے امانت کے پاس بھیجا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے ان
کے مال سے خود بچایا تو انہوں نے آپ کو بھیج دیا اگر عفیف نہ ہوتے تو یہ چیز کیا تیرے
پاس پہنچتے اور خود کھا جاتے۔

ابو سنان الدؤلی کہتے ہیں ایک مرتبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ہوا تھا
آپ کے پاس حضرات مہاجرین میں سے کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس عراق
سے کچھ چیزیں آئی ہوئی تھیں جن میں ایک ٹوکری بھی تھی اس کو کھولا گیا تو اس میں ایک انگوٹھی بھی
تھی ان کے بچوں میں سے کسی نے اس کو اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اس بچہ کے منہ سے نکال لی۔ ٹوکری سامنے رکھ کر رونے لگے لوگوں نے کہا
امیر المومنین یہ تو رونے کا وقت نہیں ہے۔ یہ خوشی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح
نصیب فرمائی ہے آپ کا دشمن مغلوب ہو گیا ہے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"لا تفتح الدنیا علی احد الا القی اللہ بینہم العداوۃ و
البغضاء الی یوم القیامۃ"

"دنیا کی آمد سے باہم بغض و عداوت بھی آ جاتی ہے مجھے اس کا اندیشہ
ہے۔ اس لئے رو رہا ہوں"

فتح جلولا (ایران کا علاقہ) کے موقع پر مال غنیمت مسجد کے صحن میں موجود تھا۔ سورج
کی روشنی جب اس پر پڑی تو سونے چاندی کے برتن اور زیورات چمکنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کسی نے کہا یا امیر المومنین! یہ تو شکر کا مقام ہے۔ اس
میں رونا نہیں چاہئے۔ فرمانے لگے مجھے پتہ ہے مگر بات یہ ہے جب مال آتا ہے تو اللہ
تعالیٰ لوگوں کے درمیان بغض و عداوت بھی ڈال دیتا ہے۔

جب کسریٰ کا خزانہ آیا تو عبداللہ بن ارقم نے فرمایا اس کو بیت المال میں رکھوا دیجئے، تاکہ بعد میں ہم تقسیم کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے بخدا ایسا نہیں ہو سکتا اس کو کسی چھت کے نیچے ہرگز نہ رکھوں گا اس کو تقسیم کراؤں گا۔ مسجد کے درمیان ان کو رکھوا دیا۔ رات حفاظت کے لئے آدمی مقرر کیا۔ جب صبح ہوئی ان پر سورج کی روشنی پڑی تو چمکنے لگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا امیر المومنین! اللہ کی قسم یہ تو شکر کا دن ہے فرحت و سرور کا وقت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی قوم پر جب دنیا کی فراوانی ہوتی ہے تو ان کے درمیان بغض و عداوت ڈال دی جاتی ہے۔

جلولاء کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تیس لاکھ مثقال حاصل ہوئے جس میں سے چھ لاکھ مثقال رکھ کر باقی زیاد بن ابی سفیان کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا فرمایا اس کو کسی چھت کے نیچے نہیں رکھوں گا۔ پھر تقسیم کے وقت دیکھ کر رونے لگے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ رونے کا وقت ہے؟ یہ تو مقام شکر ہے فرمایا میں اس لئے رو رہا ہوں کہ جس کو یہ دنیا اس طرح ملتی ہے ان کے درمیان بغض و عداوت سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اس کو تقسیم کرنے لگے تقسیم میں اصحاب بدر کو اولیت دی۔ پھر ازواج مطہرات پھر دوسرے حضرات صحابہ کو دیا۔ جب سب کے درمیان تقسیم کر دی۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دوسروں سے کچھ کم دیا۔ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ امیر المومنین! میرے برابر کے اصحاب کو مجھ سے زیادہ عطا کیا اور مجھے کم دیا۔ تو فرمایا: عبداللہ! میں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ سوال نہ فرما دے کہ میں اپنی اولاد کی طرف جھک گیا۔

ایک مرتبہ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کو امیر بنانے والا ہوں۔ جواب دیا: مجھے امتحان میں نہ ڈالئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم: میں تمہیں امیر بنا کر رہوں گا۔ مجھ پر تو ذمہ داری ڈالدی خود کو بچانا چاہتے ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اللہ سے ڈرنے والا اپنی مرضی اور خواہش کی پیروی نہیں کرے گا۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو تم کچھ اور دیکھتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا جب نماز

رہتے تھے یہ دعا وردِ زبان ہے:

"اللهم ان كنت كتبتني عندك في شقوة و ذنب فانك تمحو ما تشاء و تثبت و عندك ام الكتاب فاجعلها سعادة و مغفرة"

"اے اللہ! اگر تو نے ہمارے لئے بدبختی و گناہ مقدر کیا ہے تو آپ ہی اس کو مٹانے اور برقرار رکھنے پر قادر ہے آپ ہی کے پاس لوح محفوظ ہے۔ آپ شقاوت کو سعادت، گناہ کو مغفرت میں بدل دیجئے۔"

ایک ملاقات میں حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: کیا وہ حدیث تجھے یاد ہے جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی؟ فرمایا: کونسی حدیث؟ فرمایا: یہ حدیث: (لیکن بلاغ احدکم من الدنیا کزاد الراکب) تم میں سے ہر ایک دنیا میں اپنی زندگی گزارے جیسے ایک مسافر گزارتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں یاد ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: عمرؓ اس کے بعد ہم نے کیا عمل کیا ہے؟ پھر یہ دونوں حضرات روتے رہے۔

عبادت و مجاہدہ کا تذکرہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ صائم الدہر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: حضرت عمرؓ عیدین کے دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزے میں رہتے اور رات میں نماز پڑھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ خلافت ملنے کے بعد سے باقی تمام سالوں میں مسلسل حج کرتے رہے۔ رات کے وقت نماز کا خوب اہتمام تھا۔ آخری پہر گھر والوں کو بھی نماز کے لئے اٹھاتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے:

وأمر اهلك بالصلوة واصطبر عليها لا نسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوى۔ (طہ: ۱۳۲)

ترجمہ: "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے خود بھی اس کا پابند رہیے ہم تجھ سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔"

ایک مرتبہ کسی کام کے لئے اپنے باغ میں تشریف لے گئے واپس آئے عصر کی
جماعت ہو گئی تھی فرمایا: باغ ہونے کی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی اب یہ باغ مساکین کے
لئے صدقہ ہے۔ ایک مرتبہ مغرب کی نماز مشغولیت کی وجہ سے مؤخر ہوئی تو اس کے کفارے
میں دو غلام آزاد کر دیئے۔

آپ کی دعاء و مناجات کا بیان:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تدفین سے
فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد رات کے وقت خطبہ دیا۔
اللہ تعالیٰ کی تحمید و توصیف کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک راہ اپنے نبی کے
ذریعے مقرر فرما دی ہے۔ وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ بس ہمارا کام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے
ہوئے اس کے احکامات کی پیروی کرتے رہنا ہے تمام حمد و ثنائیں اس اللہ کے لئے ہیں جس
نے مجھے آپ کا سردار اور آپ کو میرا تابع بنایا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے گمراہ
ہونے، حق کی راہ سے پھسل جانے سے بچائے، اور اپنے کسی ولی کے ساتھ دشمنی اور دشمن
کے ساتھ دوستی سے محفوظ فرما دے پھر فرمایا: لوگو! میری اور میرے دو پیش روؤں کی مثال ان
تین افراد کی طرح ہے جو ایک سفر پر نکلے اور ان میں سے ہر ایک منزل کی طرف جانے کے
لئے راستے کی علامات اور نشانات کی پیروی کرتے ہوئے چلا حتیٰ کہ اپنی منزل پر پہنچ گیا اور
دوسرے نے بھی پہلے والے کی پیروی کی اس کے نقش قدم پر چلتا رہا وہ بھی اس تک پہنچ گیا۔
اور تیسرا اگر اپنے پیش روؤں کے راستے پر چلے گا تو ان سے مل پائے گا۔ اگر ان کے راستے
سے ہٹ کر چلا تو کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ پائے گا۔ عرب پر حکمرانی کرنا مشکل کام ہے اللہ
تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تمہیں دعوت دیتا ہوں تم میری مان کر چلو۔ پھر روبقبلہ ہو کر
دست دعا پھیلا کر عرض کیا: اے اللہ! میں بخیل ہوں مجھے سخاوت کی دولت سے نواز دے میں
سخت مزاج ہوں مجھے نرم کر دے اے اللہ! میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما دے۔ اے
اللہ! مجھے اپنی دوستی، اپنے اولیاء کی محبت عطا فرما، اپنے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نصیب فرما۔
اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق فرما، ابرار کے ساتھ میرا حشر فرما۔ اے اللہ! مجھے دنیا اتنی
زیادہ نہ عطا فرما جو میرے لئے باعث گناہ ہو۔ اور اتنی قلیل بھی نہ عطا فرما کہ میں بھلا دیا

سابقہ تمام غلط رسومات کو مٹانے کے لئے آیا ہے جب یہ خط پہنچ جائے اس کے اندر ایک چھوٹا سا خط دریائے نیل کے نام بھی ہے اس خط کو دریائے نیل کے اندر ڈال دو جب خط پہنچا تو اندر سے دریائے نیل کے نام خط، جس کا مضمون یہ ہے۔ من عبداللہ عمر امیر المومنین الی نیل مصر۔ مصر کے نیل کے نام اللہ کے ایک بندے عمر امیر المومنین کا ایک خط۔ بعد! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل اگر اللہ واحد وقہار کے حکم سے چلتا ہے تو ہم اللہ واحد وقہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے خط دریا میں ڈال دیا۔ جبکہ لوگ پانی کی قلت کی بنا پر مصر کو چھوڑنے کی تیاریوں میں تھے، جب خط دریا کے حوالے کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جاری کر دیا۔ اور ایک ہی رات میں سولہ گز بلند ہو کر چلا تو اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کی اس بری عادت کو ختم کر دیا۔

حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ بندش باراں کی وجہ سے قحط پڑا تو آپ نے لوگوں کو لیکر دو رکعت استسقاء کی نماز پڑھائی۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دست دعا پھیلا کر عرض کیا: اللھم انا نستغفرک ونستسقیک "اے اللہ! ہم تجھ سے مغفرت اور پانی طلب کرتے ہیں۔ دعا کر کے اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ باران رحمت کا نزول شروع ہو گیا تھے میں دیہات سے کچھ لوگ آگئے کہنے لگے: اے امیر المومنین! کچھ دن پہلے ہمارے اوپر ایک بادل سا چھایا ہوا اس کے اندر سے یہ آواز آئی: "اتاک الغوث اباحفص"

"ابوحفص (عمر) کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی ہے"

آپ کی روایت کردہ چند احادیث کا تذکرہ:

روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط کے باوجود بھی آپ سے کثیر احادیث مروی ہیں بقی بن مخلد نے آپ سے مروی احادیث کی تعداد پانچ سو ستر بیان کی ہے۔ ابونعیم نے بھی حضرت عمر ؓ سے دو سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے صحاح ستہ میں ایسی احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم میں متفق علیہ چھبیس احادیث مذکور ہیں۔ اور بخاری میں ان کے علاوہ ۳۴ اور مسلم میں بخاری شریف والی احادیث کے علاوہ اکیس احادیث مذکورہ ہیں ان احادیث میں سے صرف زہد کے متعلق چند احادیث بطور نمونہ ہم اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت علقمہ بن وقاص لیثی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"انما الاعمال بالنیات، و لکل امرء ما نوی فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله و من کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیه"

(ترجمہ) "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر انسان کو وہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی، جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے ہو، جس نے ہجرت کی دنیا کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے لئے تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی" (مسند احمد، بخاری، ابوداؤد)

۲۔ حضرت سالم بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، جو عمل ہم کرتے ہیں وہ پہلے ہمارے لئے لکھا جا چکا ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر ہم اس لکھے ہوئے پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جائیں، عمل کا کیا فائدہ؟ فرمایا:

"اعمل یا ابن الخطاب فکل میسر لما خلق له"

(ترجمہ) "اے ابن الخطاب! عمل کرتے رہو اہل جنت کے لئے جنت کا عمل اور اہل جہنم کے لئے جہنم کے اعمال آسان کر دیئے گئے ہیں چنانچہ جو جنتی ہو گا وہ جنتیوں کا عمل اور جو جہنمی ہو گا وہ جہنمیوں کا عمل کرتا رہے گا" (مسلم، ترمذی، احمد)

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں خیبر کی فتح کے موقع پر بعض حضرات صحابہ نے خدمت نبوی ﷺ میں آ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! فلاں شہید ہو گئے، فلاں شہید ہو گئے اور فلاں نے جام شہادت نوش کر لیا۔ اسی طرح نام

لیے رب جب ایک شخص کے بارے میں کہتے تھے۔ فلاں بھی شہید ہوئے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں میں نے اس کو مال غنیمت کی ایک چادر چرانے کی پاداش میں جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر فرمایا اے عمر جاؤ اعلان کردو۔ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوسکتا ہے۔ (مسند عمر ۱۵۲)

۴۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''ولو انكم توكلتم على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير، تغدو خماصا وتروح بطانا''

(ترجمہ) ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل کرو گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کو (بلا محنت) رزق عطا فرمائے گا۔ جس طرح پرندوں کو عطا فرماتا ہے۔ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں'' (مسند احمد ۲۲۱، ترمذی، باب التوکل، ابن ماجہ باب ۱۴ ص ۱)

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر جب نزول وحی ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح آواز آتی تھی۔ ایک مرتبہ اس طرح کی کیفیت طاری تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد قبلہ رو ہو کر اپنا دست مبارک بلند کر کے یہ دعا فرمائی

''اللهم زدنا ولا تنقصنا، واكرمنا ولا تهنا، واعطنا ولا تحرمنا، وآثرنا ولا تؤثر علينا، وارضنا وارض عنا''۔

دعا کے بعد فرمایا: مجھ پر ابھی دس آیات نازل ہوئی ہیں۔ جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پھر یہ آیات تلاوت فرمائیں:

''قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ○ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ○ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

كل شي قدير، كتب الله بها الف الف حسنة، و محى عنها الف الف سيئة، و بنى له بيتا في الجنة ۔

ترجمہ: "جو بازار میں داخل ہو کر لا الٰه الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد بيده الخير يحيى و يميت و هو على كل شيء قدير پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس لاکھ نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کرے گا اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنائے گا۔"

۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"من اظل راس غاز اظله الله يوم القيامة و من جهز غازيا حتى يستقل بجهاز كان له مثل اجره، و من بنى مسجدا يذكر فيه اسم الله بنى الله له بيتا في الجنة" (مسند احمد ۱/ ۵۳)

ترجمہ: "جس نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے سایے میں جگہ دے گا اور جس نے کسی غازی کو جہاد کے لئے تیار کیا اللہ تعالیٰ اس (غازی) کے اجر کے برابر اس کو اجر عطا فرمائے گا۔ اور جس نے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ کا ذکر ہو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔"

زہد کے متعلق آپؓ کا پر مغز کلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اپنے نفوس کا محاسبہ کیا کرو قبل اس کے تمہارا احتساب کیا جائے اپنے نفسوں کے اعمال کو تول لو قبل اس کے ان کو تولا جائے کل حساب دینے کے مقابلے میں آج حساب دینا آسان ہے۔ اس بڑی پیشی کے لئے خود کو مزین کرو جس دن تمہارا کوئی بھید مخفی نہیں ہوگا۔ (الحلیہ لابی نعیم ۱/ ۵۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ

میں گوشت دیکھ کر فرمایا: جابر! یہ کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: گوشت ہے آج جی چاہا کہ گوشت کھاؤں اس لئے خرید کر لے جا رہا ہوں۔ فرمایا جابر! کیا جی کی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا ہے؟ کیا تم اس آیت سے نہیں ڈرتے ہو؟

"وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ" (سورۃ الاحقاف ۲۰)

ترجمہ: "اور جس دن کافر آگ کے روبرو لائیں جائے گے (ان سے کہا جائے گا) تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے بس آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا بدلے اس کے جو تم زمین میں ناحق اکڑا کرتے تھے اور بدلے اس کے جو تم نافرمانی کیا کرتے تھے"۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا وہاں گوشت موجود ہے۔ فرمایا: یہ گوشت کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج گوشت کھانے کی خواہش ہو رہی تھی۔ فرمایا: جب بھی دل خواہش کریگا کھاؤ گے؟ انسان کے مسرف (فضول خرچی) ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو جی میں آئے کھائے۔

ایک مرتبہ گندگی کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذر رہے تھے وہاں تھوڑی دیر کھڑے ہو گئے، سخت بو آ رہی تھی۔ ساتھیوں نے بو سے پریشانی کی شکایت کی۔ فرمایا: یہ ہے تمہاری دنیا، جس کے حصول کے لئے تم کوشش کر رہے ہو۔

آپؓ کا ارشاد ہے: زیادہ ہنسنے والے کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے۔ مزاح کرنے والا ہلکا سمجھا جائے گا۔ جو شخص جو کام کثرت سے کرے گا۔ اس کام سے پہچانا جائے گا۔ زیادہ بولنے والے کی بیہودہ سرائیاں بھی زیادہ ہوتی ہے جس کی بیہودہ سرائی زیادہ ہوتی ہیں اس کے اندر شرم و حیا کی کمی ہوتی ہے۔ جس میں حیا کی کمی ہوگی اس میں ورع و تقویٰ بھی کم ہوگا جس میں

ورع وتقویٰ کم ہو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہنا اللہ تعالیٰ تجھے جزاء دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے رہو تیری نعمتوں میں اضافہ فرماتا رہے گا۔ یہ ذہن نشین رکھو جس میں نرمی نہیں اس کا مال کوئی مال نہیں ہے۔ جس کے لئے پرانا نہیں اس کے لئے جدید نہیں۔ نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جو شخص خود کو تہمت کے مقامات سے نہیں بچاتا تو وہ اپنے متعلق بدگمان ہونے والوں کو ہرگز ملامت نہ کرے۔ جو اپنے راز کو چھپاتا ہے وہ خیر و بھلائی کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اپنے بھائی کے بارے میں نیک گمان رکھا کرو اس کا معاملہ بھی تم سے ساتھ اچھا ہوگا۔ اپنے مسلمان بھائی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو اگر درست ماننے کی گنجائش ہو تو غلط بات پر محمول نہ کرو، بلکہ درست گمان کرو۔ نیک لوگوں کے ساتھ دوستی کرو اور اس میں اضافہ کرتے رہو۔ کیونکہ ایسے دوست خوشحالی میں تیرے لئے باعث افتخار اور مصیبت کے وقت تیرے مددگار ثابت ہوں گے۔ اللہ کے نام کی بار بار قسم کھا کر اہانت مت کرو ورنہ ایسا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ بھی تیرے ساتھ اہانت کا معاملہ کرے گا۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: تین چیزیں باعث محبت ہیں۔ (۱) سلام میں پہل کرنا۔ (۲) مجلس میں کسی کو جگہ دینا۔ (۳) اچھے نام سے پکارنا۔ تین چیزیں باعث نفرت ہیں۔ (۱) جو کام تم کرتے ہو اس کو دوسرے کے کرنے پر غصہ ہونا۔ (۲) خود عیب چیز کو چھپاتے ہو دوسروں میں اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ (۳) اپنے ہم نشین کو بے مقصد تنگ کرنا۔

ایک اور ارشاد میں فرماتے ہیں: عقل مند آدمی کی دشمنی سے اللہ کی پناہ طلب کرو، دشمن کو خود سے جدا رکھو، خائن دوست سے خود کو محفوظ رکھو البتہ امین دوست کا کوئی بدل نہیں۔ کسی بدکار کی ہم نشینی اختیار مت کرو کیونکہ وہ تجھے بھی فجور کی تعلیم دے گا۔ اور اپنا راز بھی اس کو نہ بتاؤ اور اپنے معاملات کے متعلق خدا پرست لوگوں سے مشورہ کرو۔

ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فضول گفتگو مت کرو۔ اپنے دشمن سے

جدا ہو جایا کرو، دشمن کی دوستی سے بچتے رہا کرو اور ہر آدمی کے ساتھ تعلق قائم نہ کرو کیونکہ وہ تجھے بھی اپنے جیسا ہونے کی ترغیب دے گا۔ اور ان کو اپنے راز سے باخبر نہ کرو اور غیر دین دار لوگوں سے اپنے امور میں مشورہ نہ کرو۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں اس بات کو کہ انسان اپنے اہل خانہ (بیوی) کے ساتھ بچے کی طرح ہو جائے جب اس کی ضرورت پڑے تو مرد بنے۔

ایک مرتبہ راستے میں جا رہے تھے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک شخص جھوم جھوم کر جا رہا ہے اور یہ کہتا جا رہا ہے کہ میں بطحا مکہ کا بیٹا ہوں، میں کدا (بڑی چوٹی) اور کدی (پہاڑ کا دامن) ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر اس سے فرمایا: اگر تیرے اندر دین موجود ہے تو تو محترم ہے، اگر تو عقل والا ہے تو بامروت ہے اگر تیرے پاس مال ہے تو تو صاحب شرف ہے اگر مذکورہ چیزوں میں کوئی چیز تیرے اندر نہیں تو تو اور گدھا برابر ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! شکم سیری سے خود کو بچاؤ کیونکہ شکم سیری سے نماز میں سستی ہوتی ہے، جسم خراب ہوتا ہے، بیماری کا باعث ہے۔ اور اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند فرماتا ہے بلکہ کھانے میں اعتدال پیدا کرو، کیونکہ یہ قوت کا باعث ہے۔ اسراف سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ عبادت میں مددگار ہے کیونکہ وہ انسان یقیناً ہلاک ہوگا جو اپنی خواہشات کو دین پر ترجیح دے۔ میانہ روی ہر کام میں بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جان لو! لالچ فقیری ہے، کسی سے امید نہ رکھنا غنا و امیری ہے۔ اس لئے جب کسی چیز سے امید ختم ہو جائے تو انسان بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، یہ لوگ انتہائی نرم دل ہوتے ہیں۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں کسی انسان میں کوئی کمزوری ہو تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس کو غم میں مبتلا فرماتے ہیں۔

آپ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ جو شخص دولت تقویٰ سے مزین ہے وہ دنیا کی دولت سے مالا مال ہے اس کا کسی دنیادار کے لئے پست ہونا مناسب نہیں۔ ایک اور فرمان مبارک

میں ارشاد ہے: اللہ کی یاد کو لازم پکڑو، کیوں کہ یہ دلوں کے لئے شفاء ہے اور لوگوں کی یاد سے بچو، کیونکہ یہ دل کے لئے باعث ہلاکت ہے۔

ایک مقام میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی مسلمان بندہ کسی کھلی فضا میں جا کر چاشت کی دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں، گو چہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ دعا یہ ہے:

"اللهم لك الحمد، اصبحت عبدك على عهدك و وعدك خلقتني ولم اك شيئا استغفرك لذنبي، فاني قد ارهقتني ذنوبي و احاطت بي الا ان تغفرها فاغفرها يا ارحم الراحمين"

ترجمہ: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ آپ کا بندہ نے آپ کے عہد و وعدہ پر صبح کی۔ آپ نے ہی مجھے پیدا فرمایا میں کچھ بھی نہ تھا۔ اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں میں اپنے گناہوں میں گھرا ہوا ہوں۔ آپ کے علاوہ ان کو کوئی معاف کرنے والا نہیں۔ میرے گناہ معاف کر دیجئے۔ اے ارحم الراحمین!"

یک مرتبہ ارشاد فرمایا: کچھ دیر خلوت میں اپنے اللہ کو یاد کیا کرو، اللہ سے ڈرو، لوگوں سے بچے رہو۔" سفیان ثوریؒ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "اگر تیرے اندر آخرت کی طرف رغبت ہے تو دنیا کو اپنا مقصد زندگی مت بنا۔ عبیداللہ الخراسانی کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اللہ سے ڈرنے والا اپنے ارادے پر نہیں عمل کرتا"۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے" کوئی گھونٹ جو انسان پیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند نہیں جتنا کہ غصہ کا گھونٹ ہے"

احنفؒ نے کہا ہے۔ سب سے زیادہ تقی وہ ہے جو اس کو محروم کرتا ہے لیکن وہ اسے بخشش سے نوازتا ہے اور سب سے زیادہ حلیم و بردبار شخص وہ ہے جو اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کر دے۔ اسماعیل بن خالد سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم

کتاب کے لئے برتن ہو جس کے چشمے ہوا چنے آپ کو مرد وہاں نثار کرو۔ مال کم سے کم جمع کرو۔ مال کم ہو تو کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یزید بن ابی سفیان مختلف انواع کے کھانے کھاتا ہے، اپنے غلام یرفا کی ذمہ داری لگا دی کہ جب اس کے سامنے کھانا رکھا جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ جب کھانا رکھ دیا گیا تو یرفا نے اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، سلام کر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اندر تشریف لائے دیکھا کہ گوشت کا سالن ہے اس کو کھانے کے بعد بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا یزید نے کھانے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر فرمایا: اے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کھانے کے اوپر کھانا! قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریق کی خلاف ورزی کرو گے تو ان کی سنت سے ہٹ جاؤ گے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہلاکت ہے ان حکمرانوں کے لئے جو عدل و انصاف اور حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اقربا پروری کرتے ہیں۔ اور حکمران جو عدل و انصاف کرتے ہیں۔ کسی دباؤ یا لالچ کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں فیصلے کرتے ہیں وہ اس وعید کے تحت نہیں ہوں گے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جو شخص نماز میں کوتاہی کرتا ہے، واللہ! وہ دوسرے احکامات میں یقیناً کوتاہی کرے گا۔

ایک مرتبہ احباب سے دریافت کیا، کونسا مسلمان افضل ہے؟ عرض کیا گیا نماز دین کا اہتمام کرنے والا۔ فرمایا: نماز پڑھنے والوں میں بعض نیک اور بعض فاجر ہوتے ہیں لوگوں نے کہا: روزے دار افضل ہے، فرمایا: روزہ داروں میں بھی نیک و فاجر ہوتے ہیں لوگوں نے کہا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین، فرمایا: ان میں بھی بعض صالح اور بعض غیر صالح ہوتے ہیں، پھر خود فرمایا: افضل شخص وہ ہے جو ورع و تقویٰ کی تکمیل اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات میں اطاعت سے ہوتی ہے۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: یا امیر المومنین! کیا وہ شخص افضل ہے کہ جس

میں معصیت کی خواہش ہی نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معصیت کا ارتکاب ہی نہیں کرتا یا وہ افضل ہے جو معصیت کی طرف قلبی میلان و خواہش کے باوجود اس سے اجتناب کرتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا: وہ لوگ افضل ہیں، جو چاہت کے باوجود ارتکاب معاصی سے خود کو بچاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (سورۃ الحجرات۔۳)

ترجمہ ”یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے“

عدی بن سہیل الانصاری کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اس کے علاوہ سب فنا ہو جائیں گے، اپنی اطاعت کرنے والے اولیاء کو انعامات سے نوازتا ہے اور نافرمانی کرنے والے دشمنوں کو عذاب سے دوچار کرتا ہے۔ جان بوجھ کر گمراہی کو ہدایت سمجھنے والے کے لئے ہلاکت ہے اور اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور حق کو گمراہی سمجھنے والے کا عذر بھی ناقابل قبول ہے۔ حق ثابت ہو چکا ہے اور حکمرانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی رعیت کی دینی معاملات میں نگہبانی کریں ہم پر لازم ہے کہ ہم ان چیزوں کو بجا لانے کا حکم دیں جن کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور ان تمام چیزوں سے تمہیں منع کریں گے جن کو نہ کرنے کا حکم خداوندی ہے۔ ہم اللہ کا حکم قریب و بعید سب پر نافذ کریں گے، اس سلسلے میں کسی کی رعایت نہیں کریں گے، نہ کسی مخالف کی پرواہ کریں گے، تاکہ جاہل کو بھی معلوم ہو نافرمان بھی سن لے، اور ماننے والے اس کی پیروی کریں مجھے اپنے لوگوں کے متعلق بھی علم ہے جو میری باتوں کے متعلق تاویلات کرتے ہیں اور کچھ صرف دلی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نماز پڑھیں گے، مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے دشمن کا قلع قمع کریں گے، جہاد کرتے نہیں ہیں، ایمان صرف تمنا کا نام نہیں، ایمان حقائق کا نام ہے۔ جو فرائض پر عمل پیرا ہو اور اپنی نیت درست کرے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کا خیال ہو،

تو یکی ناقص ہے، اور جو شخص اطاعت کریگا اتنا اجر وثواب پائے گا اور اللہ کی راہ میں جہاد
کرنے والے کو مزید اجر ملے گا اس لئے کہ تمام اعمال میں بلند ترعمل جہاد ہے البتہ یہ ذہن
نشین رہنا چاہیے کامل مجاہدین وہ لوگ ہیں جو منہیات الٰہی سے دور رہیں۔ دشمن سے قتل
کرکے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جہاد کیا جبکہ جہاد فی سبیل اللہ دشمن سے مقابلہ کرنے
کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے منہیات سے اجتناب کا نام ہے کچھ لوگ صرف اجر کے لئے
اور کچھ لوگ صرف شہرت کی غرض سے قتل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل پر بھی خوش ہوتا
ہے اور تھوڑے عمل پر اجر جزیل عطا فرماتا ہے فرائض پر سختی سے عمل پیرا ہو جاؤ یہی جنت میں
لے جانے کا باعث ہے سنت کو لازم پکڑو بدعت سے نجات نصیب ہوگی، فرائض وسنن کی
ادائیگی میں کمزوری مت کرو، جان لو! بدعت بدترین فعل ہے، سنت پر میانہ روی سے عمل کرنا
کثیر بدعت سے کئی گنا افضل ہے جو نصیحت کی جاتی ہے اس کو خوب سمجھ لو، اصل مفلس اور
نادار وہ شخص ہے جس کے اندر دین نہ ہو، نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل
کرے، سنتوں اور فرمانبرداری پر سختی سے عمل کرلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو کاموں کو انجام
دینے والوں کے لئے عزت کا فیصلہ فرمایا ہے، معصیت اور فرقہ بندی سے بچتے رہو اللہ نے
ان دو کاموں کے ساتھ ذلت کو منسلک کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہا تھا میں اپنے نفس اور مال کو آپ
کے راستے میں صرف کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں
بلکہ اگر مشکلات میں مبتلا ہو تو صبر سے کام لو، اگر عافیت نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ
ایک ارشاد میں فرمایا: دنیا کے پاس نہ جایا کرو کیونکہ رزق کو کم گھٹنے کا باعث ہے۔ فرمایا: دنیا
سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کے لئے راحت ہے۔

ارشاد فرمایا: غنیمت باردہ کو لازم پکڑو، یعنی سردی کے روزے اور قیام اللیل پر عمل پیرا
نمازوں میں لوگوں کی نگرانی کرو اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہ ہوں تو ان کی عیادت کرو
کسی اور وجہ سے حاضر نہ ہوں تو ان پر عتاب کرو۔

ایک اور ارشاد میں فرمایا: حلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے مگر حکمرانوں کا حلم و بردباری اور رعایا

کی ہے اگر مجھے وقت ملے تو میں اذان دوں۔ ایک دفعہ فرمایا موسم سرما عبادت گزاروں کے لئے غنیمت ہے حضرت بریدہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں ننگے پاؤں چلنے کا حکم دیتے چنانچہ عبداللہ بن بریدہ کا بیان ہے۔ میرے والد محترم ایک بستی سے دوسری بستی تک ننگے پیر چلا کرتے۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توبہ نصوح کے متعلق پوچھا تو فرمایا: توبہ نصوح یہ ہے کہ برائی سے توبہ کرنے کے بعد پھر سے دوبارہ اس کو نہ کرے ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا استغفر اللہ و اتوب الیہ۔ فرمایا: ارے اس کے ساتھ ہی جوڑ "فاغفرلی و ارحمنی" بھی ملا دو۔

بطور مثال اشعار کا استعمال:

یحییٰ بن سلیم حضرت سفیان ثوری سے نقل فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر یہ شعر بطور مثال پڑھا کرتے تھے:

لا یغرنک عشاء ساکن قد یوافی بالمنیات السحر

"پرسکون عشاء تجھے دھوکے میں نہ ڈالے بسا اوقات صبح موت لیکر بھی آتی ہے"

عبداللہ ضبیب کہتے ہیں۔ آپ یہ شعر بھی اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ان شرخ الشباب و الشعر الاسود مالم یعاص کان جنونا

"جوانی کا جوبن اور کالے بال پاگل پن ہے جب تک فرمانبردار نہ ہو"

ایک مرتبہ روئی کے جبے میں ملبوس ہو کر تشریف لائے لوگوں کی نظریں ان کی طرف مرکوز ہوئیں تو فرمایا:

لا شئی فیما یری تبقی بشاشتہ الا الالہ ویودی المال و الولد

"کسی چیز کی بشاشت و خوبصورتی باقی نہیں رہتی مگر اللہ کی ذات باقی رہتی ہے۔ مال اولاد سب ہلاک ہو گئے"

پھر فرمایا: اللہ کی قسم! آخرت میں دنیا کی حیثیت خرگوش کے کھچے کے برابر بھی نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حج کو جاتے ہوئے ضجنان پہاڑی کی گھاٹی سے گزرتے ہوئے فرمایا: اس عظیم اللہ کے سوا کوئی کچھ عطا کرنے والا نہیں ہے جو واحد و یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں۔ میں ان پہاڑی گھاٹیوں میں اپنے والد الخطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا ان کی یہی قمیص ہوا کرتی تھی میرے والد سخت مزاج آدمی تھے کام کرتے کرتے تھکتا تو سستی کرنے کی صورت میں مار پڑتی اب میری کیفیت یہ ہے کہ میرے اوپر سوائے اللہ کے اور کوئی حکم کرنے والا نہیں پھر یہ اشعار بطور تمثیل کے پڑھنے لگے:

لاشیء فیما یری تبقی بشاشته	الا الاله و یودی المال والولد
لم تغن عن هرمز یوما خزائنه	والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا
ولا سلیمان اذ تجری الریاح له	والانس والجن فیما بینها ترد
این الملوك التی كانت نوافلها	من كل اوب الیها وافد یفد
حوضا هنالك مورود بلا كذب	لابد من ورده یوما كما وردوا

ترجمہ: ’’ہرمز کے خزانے ایک دن بھی اس کے کام نہ آسکے۔ عاد کی قوت بھی ان کو برقرار نہ رکھ سکی اور نہ سلیمان (علیہ السلام) باقی رہے جبکہ ہوائیں، جن وانس آپ کے حکم سے چلتے تھے۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جن کی طرف ہر طرف سے آنے والے سواروں کے لئے دریا کی طرح بہتی تھیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لازمی بات ہے جہاں وہ اتر گئے ہیں وہاں ہر ایک اترے گا‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

من یسع كی یدرك اقصی امله	یجتهد الشد بارض فضاء
واللـه لا یدرك اقصی امله	ذو مزر ضاف ولا ذو رداء

ترجمہ: ’’انسان وسیع زمین میں محنت ومشقت کرتا ہے تاکہ مال و دولت حاصل کرے اللہ کی قسم! بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ اپنے مقصود تک نہیں پہنچ پائے‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اشعار بھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔

لا تاخذوا عقلا من القوم اننی	اری الجرح یبقی والمعاقل تذهب

كأنك لم توتر من الدهر ليلة إذا أنت أدركت الذي كنت تطلب

ترجمہ: "قوم سے عداوت مت لو کیونکہ دیت ختم ہو جاتی ہے اور زخم باقی رہتا ہے۔ اگر تم نے اپنا مقصد حاصل کیا تو کوئی بھی تکلیف میں رہے ہی نہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر کسی کام کے کرنے پر بطور تمثیل کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی شاعر تھے۔

آپؓ کے بعض اقوال وافعال کا تذکرہ:

یحییٰ بن جعدہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد نہ کروں، اور اپنی جبین نیاز کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاک آلود نہ کروں، صالح لوگوں کی مجالست اختیار نہ کروں تو ایسی زندگی سے موت اچھی ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میں سمجھ نہیں پا رہا کہ میں خلیفۃ الرسول ہوں یا بادشاہ؟ اگر میرا طرز حکمرانی بادشاہت ہے تو یہ میرے لئے بہت خطرناک ہے تو کسی نے کہا امیر المومنین! بادشاہوں اور خلیفوں کے درمیان واضح فرق ہے، فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا خلیفہ لوگوں سے حق ہی وصول کرتا ہے اور حق ہی پر صرف کرتا ہے۔ الحمدللہ آپ اسی کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ جبکہ بادشاہ لوگوں سے ظلماً مال وصول کرتا ہے اور خرچ بھی صحیح مصرف پر نہیں کرتا۔ اس کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشین اکثر اہل قرآن ہوتے چھوٹے ہوں یا بڑے۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سخت شدید گرمی میں گورکنوں کو قبر کھودتے دیکھا ان کے لئے خیمہ کا انتظام کیا آپ بعض دفعہ کسی بچے کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے میرے لئے دعا کرو تم نے ابھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ آپ ہر کام میں مشورہ لیتے حتیٰ کہ عورتوں سے بھی مشورہ لیتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد کا بیان ہے وہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شراب ساز کے گھر کو جلا ڈالا۔ ابو عمران کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک راہب کی عبادت گاہ کے پاس سے

گذرتے ہوئے رو پڑے، راہب نے پوچھا: امیر المومنین! کس چیز نے آپ کو رلایا؟ فرمایا: اللہ کی کتاب کی ایک آیت نے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً" (الغاشیہ: ۳-۴)

"محنت کرنے والے تھکنے والے دہکتی ہوئی آگ میں گریں گے"

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ صفوں کو برابر کئے بغیر تکبیر نہیں کہا کرتے تھے صفوں کو سیدھا کرنے کے لئے باقاعدہ افراد مقرر کئے ہوئے تھے، جب اقامت ہو جاتی تو لوگوں کی طرف رخ کر کے باقاعدہ نام لے لے کر فرماتے فلاں تم ذرا آگے بڑھو، فلاں تم ذرا پیچھے کو ہو جاؤ۔ جب صف سیدھی ہو جاتی تب قبلہ رو ہو کر تکبیر کہتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ سال میں سورہ بقرہ کی تعلیم حاصل کی تعلیم کی تکمیل پر اونٹ ذبح کیا۔ سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کبھی اندھیرے میں اور کبھی خوب روشن ہونے کے بعد اور کبھی درمیانے وقت میں پڑھایا کرتے، اور فجر کی نماز میں سورۃ ہود، سورۃ یوسف، کبھی قصار مفصل سے پڑھا کرتے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے دوسرے کو یا زانی کہہ کر آواز دی اس شخص نے اس کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گالی دینے والے کو مکمل حد قذف لگوائی۔ حضرت معمر کا کہنا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اکثر تین حضرات سے تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

یوسف بن یعقوب الماجشون کہتے ہیں: ایک دفعہ حضرت ابن شہابؒ نے مجھ کو، میرے بھائی کو اور میرے چچازاد بھائی کو خطاب کر کے فرمایا: تم بچے ہونے کی وجہ سے خود کو حقیر اور کم تر مت سمجھنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل معاملہ درپیش آتا تو بچوں سے بھی مشورہ لیتے کیوں کہ بچوں کی عقول تیز اور جلدی کام کرتی ہیں۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں: ایک شخص اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سے کوئی چیز اٹھاتے ایک دن اس کو پکڑ کر فرمایا: دکھاؤ کیا ہے؟ دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا فرمایا: ایسا کرنا بھی

جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ جو کسی کی داڑھی سے کوئی چیز ہٹائے تو اس کو دکھا بھی دے۔

ایک مرتبہ آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ کہا جو چیز تجھے بری لگے وہ مصیبت ہے۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

یا عمر الخیر جزیت الجنة

اکس بنیاتی وامهنه

اقسمت باللہ لتفعلنه

ترجمہ: "اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی صورت میں بہترین بدلہ دے، میری بچیوں اور ان کی ماں کو کپڑا پہنا دیجئے، میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے تم یہ کام ضرور کرو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نہ کروں تو کیا ہوگا؟ اعرابی نے کہا اذا ابا حفص لأمضينه یا ابا حفص! جب میں اس کو چھوڑ جاؤں گا۔ حضرت نے پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ اعرابی نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ ڈالے۔

یکون عن حالی لتسألن　　　یوم تکون الاعطیات منه

والواقف المسؤول بینهنه　　　اما الی نار واما جنة

ترجمہ: "کیا ہوگا؟ یہ ہوگا کہ جزاء ملنے کے دن میری حالت زار کے متعلق تجھ سے پوچھا جائے گا۔ مسئول (عمر) جہنم میں بھیج دیا جائے گا یا جنت میں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اشعار سن کر رو پڑے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور اپنے غلام کو حکم دیا اس کو میری قمیص دے دو اس دن کے لئے نہ کہ اس کی شعر گوئی کے لئے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم میرے پاس فی الحال یہی قمیص ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ کے نزدیک سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا: زہیر اور اس کے اس شعر کو تو دیکھو۔

اذا ابتدرت قیس بن عیلان غایة　　　من المجد من یسبق الیها

یسود

"قیس بن غیلان بلند مقام تک جانے کے لئے کمر باندھتے تو کوئی بھی ان کا مقابل نہیں ہو سکتا"

صبح تک ان سے شعر کے متعلق پوچھتا رہا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اور تم بھی کچھ پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا: کیا سناؤں؟ فرمایا: سورۃ واقعہ سناؤ۔

ایک مرتبہ ایک گھر سے رونے کی آواز سن کر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے آگے چلتے گئے حتیٰ کہ نوحہ کرنے والی عورت تک پہنچ گئے، اور اس کو مارنے لگے حتیٰ کہ اس کا دوپٹہ بھی گر گیا۔ پھر فرمایا: میں اس کو اس لئے مار رہا ہوں کیوں کہ یہ نوحہ کر رہی ہے، اس کی حرمت ہے، یہ تمہارے غم سے نہیں رو رہی ہے بلکہ یہ تو صبر سے روک رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بے صبری کی ترغیب دے رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بے صبری سے منع فرمایا ہے۔

آپؓ کے چند مفید ملفوظات:

محمد بن سیرین کے والد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میرے ہاتھ میں سامان کی ایک پوٹلی تھی۔ مجھ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، میری پوٹلی ہے اس کو فروخت کر کے اس سے کاروبار کروں گا تو موجود لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یہ لوگ تجارت کے معاملے میں تم سے غالب نہ ہونے پائیں کیونکہ تجارت حکومت کا تیسرا ستون ہے۔

ایک مرتبہ قراء کی جماعت کو خطاب کر کے فرمایا: اے جماعت علماء تمہارے سامنے ہر چیز واضح ہے نیکی میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو، مسلمانوں پر بوجھ نہ ہو۔

ایک مرتبہ ایک انتہائی گر کی بات ارشاد فرمائی فرمایا اگر کوئی شخص کسی چیز کی تجارت میں تین بار ناکام ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا کام شروع کر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں تجارت کرتا تو عطر کا کاروبار کرتا کیونکہ اگر اس کا منافع فوت ہو جاتا تو خوشبو سے مستفید ضرور ہو جاتا۔

ایک شخص کے بارے میں فرمایا: فلاں شخص اچھا آدمی ہے اگر اس کا کاروبار نہ ہوتا۔

ایک شخص نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: وہ کیا کاروبار کیا کرتا تھا؟ کہنے لگے: طعام کا۔ اس نے پوچھا کیا گندم کا کاروبار ناجائز ہے؟ بولے: اس کاروبار کے ساتھ لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اس کے گراں ہونے کو پسند نہ کریں۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کوئی پیشہ سیکھو، کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسروں کے دست نگر ہونے سے دناءت والا پیشہ اختیار کرنا بھی اچھا ہے تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو طویل القامت اور مضبوط اونٹ خریدے اگر اس میں اور کوئی بھلائی نہ ہو طاقت سے چلتا تو کہیں نہیں گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے سرداری اور افسری پر فائز ہونے سے قبل علم حاصل کرو۔

حضرت زید بن وہب کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تابعداری کرتے دیکھ کر ان پر درہ اٹھایا تو لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! خدا سے ڈرو، فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ یہ متبوع کے لئے باعث فتنہ اور تابع کے لئے باعث ذلت ہے۔

حضرت سالم کے والد کہتے ہیں: جب غیلان بن سلمہ ثقفی مشرف بہ اسلام ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں حضور ﷺ نے اس کو فرمایا ان میں سے چار کو اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دی اور اپنی میراث کو بیٹوں میں تقسیم کر دیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ جہاں شیطان لوگوں کے متعلق آسمانی فیصلوں کو چوری چھپے سنتا ہے وہاں تمہاری موت کے متعلق فیصلے کو بھی سنا ہوگا اور تیرے جی میں ڈال دیا ہو سکتا ہے تم عنقریب مر جاؤ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم بیویوں سے رجوع کرو مال کی تقسیم کو منسوخ کرو ورنہ میں تمہاری بیویوں کو تمہارے مال میں سے حصہ دیدوں گا اور حکم دوں گا کہ تیری قبر پر پتھراؤ کیا جائے جیسا کہ ابو رغال کی قبر کے ساتھ کیا گیا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا وقت بھی آنے کو ہے کہ ان کا صالح شخص امر بالمعروف کرے گا تو نہی عن المنکر والا اس کو قصور کرے اور خوش ہونا کہ اپنی ذات کے لئے

ہوگی۔ قیامت کے لئے تصور کریں گے شاید کہ لئے خوش ہوں گے۔

آیت کریمہ: وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۔ (سورہ تکویر: ۷)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں فاجر فاجر کے ساتھ ہوگا اور صالح صالح کے ساتھ

ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا میں نے اپنی ایک بچی کو زندہ درگور کر دیا تھا مگر مرنے سے پہلے اس کو زندہ نکال لیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئی پھر اس سے ایک گناہ سرزد ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ چھری سے اپنا گلا کاٹنے لگی تو ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر بھی ایک رگ کٹ گئی تھی۔ مگر علاج سے صحت یاب ہو گئی اور اس گناہ سے سچی توبہ کر لی۔ اب کچھ لوگ اس کو پیغام نکاح دے رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو اس کے بارے مطلع کر دیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب اور غلطی کی پردہ پوشی کی اور تم اس کو اچھالتے پھر رہے ہو اگر تم نے آئندہ کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو میں تجھ کو پورے شہر کے لئے نمونہ عبرت بنا دوں گا۔ ایک عفیفہ مسلمہ کی طرح اس کا نکاح کرا دو۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تمہارے بارے میں مجھے معیشت میں بے اعتدالی کا زیادہ اندیشہ اور ڈر ہے۔ کیونکہ فساد کے ساتھ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اعتدال و درستگی کے ساتھ کوئی شے کم نہیں ہوتی۔ ابو العالیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بچوں سے نیک اعمال پر تنبیہ کی جائے کیونکہ ان کی سیئات نہیں لکھی جاتیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے گھوڑوں کو سدھائے رکھو، مسواک کثرت سے استعمال کرو، تیر اندازی کیا کرو، دھوپ میں بیٹھا کرو، فخر ہرگز تمہارے قریب نہیں آنا چاہیے، تمہاری موجودگی میں صلیب نہ اٹھائی جائے، ایسے دسترخوان پر مت بیٹھو جس میں جام شراب نوش کیا جا رہا ہو، عجمیوں کے اخلاق اپنانے سے بچو، ریشم کسی مومن کے لئے حمام کے اندر بھی ننگا ہونا مناسب نہیں ہے۔ عورت کے لئے علاج کے بغیر اس میں جانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی ہے فرماتی ہیں۔ میرے خلیل ﷺ نے میرے گھر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا تھا جو عورت اپنے شوہر کے

عدی بن ثابت سے روایت ہے حضرت عمر ؓ نے فرمایا: تمہیں دیکھنے سے قبل تمہارے اچھے نام مجھے پسند ہیں، دیکھنے کے بعد تم میں سے اچھے اخلاق والے مجھے پسند ہیں۔ اگر تمہیں آزماؤں تو تم میں سے سچ بولنے والے اور امانتدار سے میری محبت ہوگی۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: انسان کے روزے اور نماز کو نہ دیکھو، بلکہ اس کی بات کی سچائی کی طرف دیکھو جب دنیا اس کے قریب اور اس کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس کے ورع و تقویٰ کی طرف نظر کرو اور اس کی امانت کو دیکھو جب اس کے پاس امانت رکھی جائے۔

حضرت عروہ ؓ فرماتے ہیں: حضرت عمر ؓ نے فرمایا: تم عورت کو قبیح اور بداخلاق مرد کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ عورتیں بھی اسے پسند کرتی ہیں جو تم اپنے لئے چاہتے ہو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جب عورت کا رنگ اور بال کامل ہوں تو اس کا حسن مکمل ہے۔

عبداللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر ؓ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: جب بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور دانائی کی نعمت سے نوازتا ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے: بلند ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند کیا، وہ اپنی نظروں میں چھوٹا مگر لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوگا اور جو بندہ خود کو بڑا سمجھے اور متکبر بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے کو گرا دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے: دور ہو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے دور کر دیا۔ وہ اپنے جی میں بڑا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں حقیر ترین شمار ہوگا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تین چیزوں کے لئے علم حاصل نہ کیا جائے (۱) بحث و مباحثے میں لوگوں پر غالب آنے کے لئے۔ (۲) علم پر فخر کرنے کے لئے۔ (۳) دکھلاوے کے لئے علم حاصل نہ کیا جائے۔ اور تین چیزوں کی وجہ سے علم چھوڑا نہ جائے: (۱) شرم کی وجہ سے (۲) بے رغبتی کی وجہ سے (۳) جہالت پر خوش ہوتے ہوئے حصول علم کو ترک نہ کیا جائے۔ حضرت عروہ ؓ سے روایت ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اپنے انساب کو سیکھو تاکہ اس کے ذریعے صلہ رحمی کر سکو اور یہ بھی ارشاد فرمایا: علم نجوم اتنا حاصل کرو کہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی حد تک ہو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: مجھے دو آدمیوں سے کوئی

اندیشہ نہیں ہے ایک وہ مومن جس کا ایمان واضح ہو اور دوسرا وہ کافر جس کا کفر واضح ہو۔ البتہ میں اس منافق سے ڈرتا ہوں جو زبان سے تو کلمہ گو ہو اور کفر پر عمل کرتا ہو۔

ایک مرتبہ فرمایا اسلام کی عمارت تین چیزوں کی وجہ سے منہدم ہوگی۔ (۱) عالم کی لغزش۔ (۲) منافق کا قرآن کے ذریعے بحث ومباحثہ کرنا (۳) گمراہ کرنے والے حکمران۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ تم پر سب سے زیادہ خوف تین آدمیوں سے ہے۔ (۱) ایک اس منافق سے جو قرآن اس طرح پڑھتا ہے اور قرآن کے معانی میں تاویل کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان میں سب سے بڑا عالم ہے تاکہ ان کو راہ راست سے ہٹا دے (۲) عالم کی بے عملی۔ (۳) گمراہ کن حکمران۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے درمیان فرمایا میں تمہارے متعلق زیادہ ان چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ زمانے کے تغیر، علماء کی لغزش، منافق کا قرآن کے ذریعے مباحثہ اور وہ امراء جو لوگوں پر علم کے بغیر حکومت کرکے گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو وائل کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم مقام ”خانقین“ میں تھے دن کے وقت عید الفطر کا چاند دیکھا۔ ہم میں سے بعض نے چاند دیکھ کر روزہ افطار کرلیے اور بعض نے افطار نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بذریعہ خط پیغام بھیجا۔ چاند بعض دفعہ بڑا ہوتا ہے اگر دن کے وقت اسے دیکھو تو افطار مت کرو یہاں تک کہ دو عادل گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اسے گزشتہ دن دیکھا تھا۔ عتبہ بن فرقد کو خط لکھتے ہوئے فرمایا اگر ابتدائے نہار میں چاند دیکھ پاؤ تو افطار کرلو کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہوگا۔ اور اگر آخر نہار میں دیکھو تو روزے کو مکمل کرو آئندہ رات کا چاند ہوگا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے زوال شمس کے بعد چاند دیکھ افطار کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اطلاع ہونے پر ان کو ملامت کی اور بذریعہ خط حکم دیا اگر زوال شمس سے پہلے چاند دیکھو تو افطار کرلو اگر سورج کے زوال کے بعد دیکھو تو روزے کو مکمل کرو افطار مت کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرمایا: زمانہ

چاک کرتے دیکھ کر اس کی تنبیہ کرنے سے ست کتراؤ لوگوں نے کہا ہم اس کی زبان درازی سے خوف کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ کم تر ہے کہ تم اس پر گواہ بن جاؤ۔ ایک مرتبہ فرمایا جب تک حکمران صحیح اور درست رہیں گے تو لوگ بھی سیدھے رہیں گے۔ فرمایا: افطار کرنے میں جلدی کرو اہل عراق کی طرح تاخیر مت کرو۔ ایک مرتبہ ان کے پاس شام سے ایک شخص آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے شام کے لوگوں کے حال احوال پوچھنے لگے پوچھا: کیا افطار میں تعجیل کرتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں کرتے ہیں فرمایا جب تک اس پر عمل پیرا ہوں گے اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہ کریں گے تو خیر و بھلائی کے ساتھ ہوں گے۔

سعید ابن مسیبؒ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے منع فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے تم رسول اللہ ﷺ کی طرح عفیف اور اپنے نفس پر قابو پانے والے نہیں ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیکر پوچھا: تم کیسے ہو؟ اس نے کہا: احمد الله الیك، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھ سے یہی چاہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھر کے اندر سے کچھ شور شرابا سن کر پوچھا: یہ کیا شور ہے؟ لوگوں نے کہا: اس میں شادی ہے، فرمایا: دف بجا کر اعلان کیوں نہیں کیا جاتا۔ ایک مرتبہ فرمایا: حتی الامکان جھگڑے کو عدالت میں مت لے جاؤ، کیوں کہ فیصلہ کے بعد دلوں میں بغض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی مسلمان کے ساتھ محبت کی دولت سے نوازدے تو حتی المقدور اس کو ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ ایک دفعہ فرمایا: اولاد اکثر ماں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا: کسی انسان کو نعمت ملتی ہے تو اس کے حاسد بھی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کام درست ہو جائے تو اس پر عیب جو بھی ہوں گے۔ ایک مرتبہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد وضو سے پہلے قرآن کریم کی آیات پڑھنے لگے تو ابو مریم نے کہا: اے امیر المومنین! بغیر وضو کے قرآن پڑھ رہے ہو؟ فرمایا: کیا یہ مسئلہ

ا یعنی حضور تو نہیں ہیں اب کیا مسیلمہ کذاب نے تجھے حکم دیا ہے؟

مجلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے حضرات اور ابجارود نے بھی سن لی۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے درے کو حرکت میں لائے۔ ابجارود نے کہا: یہ کیوں؟ فرمایا: تم نے سنا نہیں اس نے تیرے بارے میں کیا کہا: بولا کیوں نہیں سن لیا اب کے متعلق ہی سن لیا۔ فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ اس بات سے تیرے دل میں بڑائی پیدا ہو گی جس کو میں نے بروقت مٹانا چاہا۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے، جو شخص اپنے والد کی مرنے کے بعد بھی خدمت کرنا چاہے۔ تو اس کو چاہئے کہ اس کے بھائیوں کی خدمت کرے۔ ایک ارشاد میں فرمایا: میں تمہاری خود پسندی اور اپنی رائے کو درست قرار دینے اور اسی کو اٹل سمجھنے کا اندیشہ کرتا ہوں۔ سن لو! جو کہے میں عالم ہوں وہ جاہل ہے، جو کہے میں جنتی ہوں وہ جہنمی ہے۔

کعب بن علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ اپنی کسی نعمت سے نوازدے اور اس کے حاسد نہ ہوں اگر کوئی کام تیر سے بھی زیادہ سیدھا ہو۔ اس میں بھی عیب نکالنے والے پائے جائیں گے جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بغیر دعا آسمان کی طرف نہیں چڑھتی جب درود پڑھا جائے گا تو دعا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گی۔

اکثر فرمایا کرتے: تنعم کی زندگی گذارنے سے بچتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔ عکرمہ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے "جس شخص نے اپنے راز کو مخفی رکھا اس نے بھلائی کو اپنے قبضہ میں رکھا، جس شخص نے خود کو تہمت کے مقام سے نہیں بچایا تو وہ ان لوگوں کو ملامت ہرگز نہ کرے جو ان کے بارے بدگمان ہوں۔ ایک مرتبہ عراق سے خراج کی مد میں بہت سامان آ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کا ایک غلام اونٹوں کو گننے گئے تو دیکھا کافی زیادہ تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ کہا۔ غلام نے کہا: یا امیر المومنین! واللہ یہ اللہ کا فضل اور رحمت میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ جو قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" (یونس ۵۸)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار کی وصیت کی مجھے کسی نے بتایا یہ مقدار ان کے پاس موجود مال کا ایک تہائی تھی۔

وسق الرومی کا بیان ہے میں عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا مجھ سے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ کہ مسلمانوں کے معاملات میں تجھ سے مدد لوں مسلمان ہوئے بغیر تجھ سے مسلمانوں کے کاموں کے متعلق کام نہیں لے سکتا کیوں کہ مناسب نہیں ہے کہ غیر مسلم سے مسلمانوں کی امانتوں کے معاملے میں کام لیا جائے میں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا فرمایا "لا اکراہ فی الدین" دین میں زبردستی نہیں ہے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھے آزاد کر کے فرمایا: جاؤ جہاں جانا چاہتے ہو، میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

القاسم کا کہنا ہے غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام مہجع کو حاصل ہوا۔ (الاصابہ ۳۲ ۳۳)

رعایا کے حقوق کی ادائیگی کے خوف سے موت کی طلب کرنا:

حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہو کر مقام ابطح پر پڑاؤ ڈالا پھر وہاں سے بطحاء کے قریب جا کر چادر اپنے اوپر ڈال کر چت لیٹ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! میں کبر رسیدہ ہو چکا ہوں، میری قوت جواب دے چکی ہے، رعایا پھیل چکی ہے، مجھے اپنی طرف بلا لیجئے لوگوں کے حقوق ضائع ہونے سے اور کسی کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے قبل اپنی طرف بلا لیجئے۔ پھر مدینہ تشریف لائے خطبہ دیا فرمایا: لوگو! فرائض و سنن کو تمہارے سامنے واضح کر دیا تمہیں ایک واضح راہ پر چلا دیا ہے جب تک کہ تم خود گمراہ نہ ہو۔ پھر فرمایا: خبردار کہیں آیت رجم کا انکار کر کے ہلاک نہ ہو جانا اور تم میں سے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ ہم زنا کے متعلق قرآن میں حدود نہیں پاتے۔ تم دیکھ چکے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم (سنگسار) کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ اللہ کی قسم! لوگوں کے یہ کہنے کا ڈر نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کیا ہے تو میں اس کو مصحف میں لکھوا دیتا ہم نے آپ ﷺ سے پڑھا ہے۔

والشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما۔

"بوڑھا اور بوڑھی زنا کے مرتکب ہو جائیں تو ان کو سنگسار کرو"

سعید بن مسیب کہتے ہیں آپ اس سانحہ و واقعہ ختم ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے تھے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا (جب ہم اس کا تذکرہ کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ضرور آ جاتا اور اگر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کرتے تو اس کا بھی ذکر خیر آ جاتا) ان کے ہاں ایک نبی بھی موجود تھے ان کے ایک جانب بیٹھے ہوتے جن پر وحی نازل ہوتی۔ اس کی روشنی میں وہ حکومت چلاتے۔ ایک مرتبہ نبی پر وحی نازل ہوئی کہ بادشاہ سے کہہ دیں کہ وہ تین دن کے بعد مرنے والا ہے۔ اپنے امور نمٹا دے اور وصیت نامہ لکھ دے نبی نے وحی سے اس کو مطلع کر دیا تیسرے دن اپنے تخت اور دیوار کے درمیان کھڑے ہو کر دعا کی کہنے لگا یا اللہ! آپ جانتے ہیں میں نے اگر عدل و انصاف اور آپ کی مرضی و خوشی کے مطابق حکومت چلائی ہے تو میری عمر میں اضافہ فرما تاکہ میرے بچے بڑے ہو جائیں اور میرے بعد رعایا میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے نبی کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ بادشاہ نے یہ دعا کی ہے میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے کیوں کہ اس نے سچ کہا ہے میں نے اس کی عمر میں پندرہ سال کا اضافہ کیا ہے۔ اس مدت میں اس کے بچے بھی بڑے ہو جائیں گے اور رعایا میں بھی اضافہ ہو گا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر اللہ تعالیٰ سے درازی عمر کے لئے دعا کرتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جا کر کعب کا یہ جملہ سنا دیا۔ تو فرمایا: اے اللہ! عاجز اور قابل ملامت ہونے سے قبل میری جان قبض کیجئے۔

ابو سلمہ نے کہا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان کے دروازے کے باہر روتے ہوئے کہنے لگے: اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر اللہ تعالیٰ سے درازی عمر کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر عرض کی امیر المومنین! کعب یہ کہہ رہا ہے۔ فرمایا تب اللہ کی قسم! اس کی دعا نہیں کروں گا۔

طلب شہادت اور محبت شہادت:

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کی ماں حضرت حفصہ کہتی

کیا گیا۔ اس وقت میں حضرت عمر ؓ کے پاس تھا میرے اور ان کے درمیان صرف
عبداللہ بن عباس ؓ تھے۔ حضرت عمر ؓ کا معمول تھا کہ صفوں کے پاس سے
گزرتے وقت فرماتے صفیں درست کرو اور صفوں کو سیدھا کرنے اور بیچ میں خلا نہ چھوڑنے
کا حکم فرماتے جب صفیں سیدھی ہو جاتیں اور درمیان میں کوئی خلا نہ رہتا تو آگے ہو کر نماز
پڑھاتے فجر کی نماز میں کبھی سورۃ یوسف کبھی سورۃ نحل وغیرہ پہلی رکعت میں پڑھتے۔ اس
دن نماز کے لئے تیار ہوتے ہی اللہ اکبر کہہ دیا تھا کہ آواز آئی مجھے کتے نے کاٹا! اس وقت [illegible]
نامی غلام نے ان کو دو دھاری چھری سے وار کیا تھا ان کو وار کر کے بھاگ رہا تھا۔ جو بھی اس کے
سامنے آ جاتا اسے مارتا گیا حتیٰ کہ تیرہ افراد پر خنجر چلایا جن میں سے سات افراد شہید ہوئے
ایک شخص نے اسے پکڑنے کے لئے اس پر ایک بڑا کپڑا ڈال دیا۔ جس سے اس نے
پکڑے جانے کے خوف سے اپنے گلے پر چھری چلا کر خودکشی کر لی۔ ادھر حضرت عمر ؓ
نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کا ہاتھ پکڑ کر نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا۔ جو
لوگ قریب تھے ان کو صورت حال کا علم ہو گیا جو دور تھے انہیں کچھ پتہ نہیں چلا سوائے اس
کے کہ نماز میں حضرت عمر ؓ کی آواز نہیں تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ
نے ہلکی نماز پڑھائی۔ ادھر حضرت عمر ؓ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ ان پر غشی طاری تھی
جب روشنی پھیل گئی تو ہوش میں آتے ہی پوچھا کہ کس نے یہ حملہ کیا تھا۔ اور حضرت عبداللہ
بن عباس ؓ کو فرمایا: اے ابن عباس! جا کر معلوم کرو کس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا؟
اور یہ بھی پوچھا کہ کیا نماز پڑھائی گئی؟ لوگوں نے کہا: ہاں پڑھائی گئی فرمایا: جس نے نماز
ترک کر دی اس کا اسلام مکمل نہیں ہے۔ پھر پانی منگا کر وضو کرکے بمشکل نماز ادا کی ادھر
حضرت ابن عباس ؓ نے آ کر خبر دی کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ نے قاتلانہ حملہ
کیا ہے۔ فرمایا: وہ جو کاریگر ہے؟ عرض کیا: ہاں اسی نے حملہ کیا فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک
کرے۔ میں نے تو اس کو صحیح بات کہہ دی تھی۔ پھر فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے کسی کلمہ گو
مسلمان کے ہاتھوں مجھے قتل نہیں کرایا۔ لوگ اس وقت سخت غمگین تھے۔ اور پریشان تھے کچھ
تو کہہ رہے تھے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جانبر ہو جائیں گے اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے بچنے
کی امید نہیں ہے۔ نبیذ تمر ان کو پیش کیا گیا اسے پی لیا۔ وہ زخم کی جگہ سے باہر آ گیا۔ پتہ نہیں

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اجازت دی ہے فرمایا، الحمد للہ۔ یہی میری دلی تمنا تھی۔ پھر فرمایا: مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت طلب کرو، کیونکہ ہو سکتا ہے میری زندگی میں اس کہہ دیا۔ لہذا اگر وہاں دفن کرنے کی اجازت نہ ہو تو عام مسلمانوں کے ساتھ دفن کرو۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کے ساتھ کچھ اور عورتیں بھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر ہم لوگ وہاں سے اٹھے وہ اندر داخل ہو گئیں آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھی رہیں اور روتی رہیں۔ پھر وہ چلی گئیں۔ تو مرد حضرات دوبارہ اندر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر گیا۔ لوگوں نے کچھ نصیحت کی درخواست کی اور خلیفہ مقرر کرنے کی استدعا کی۔ فرمایا: سب سے زیادہ حقدار خلافت کے وہ لوگ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت خوش تھے۔ ان میں حضرت علی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ پھر فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خلافت کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہوگا چنانچہ خلافت اگر سعد کو مل گئی تو وہ اس کا اہل ہے اگر اس کو نہ ملی تو جس کو بھی خلافت کی ذمہ داری سونپی جائے وہ ان سے مدد لے سکتا ہے میں نے ان کو کسی کمزوری یا بد دیانتی و خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا پھر فرمایا: میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا بطور خاص خیال رکھے ان کے حقوق کو پہچانے ان کی عزت و احترام پر آنچ نہ آنے دے اور انصار کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے اسلام اور ایمان کو جگہ مہیا کی۔ ان کی بھلائیوں کو قبول اور برائیوں سے درگذر کرے، باقی تمام شہریوں کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اسلام کے مددگار و معاون، مالی سہولیات فراہم کرنے والے اور دشمن کو مغلوب کرنے والے ہیں۔ ان پر بے جا مالی بوجھ نہ ڈالا جائے۔ ان کی خوشی کے بغیر ان سے کچھ وصول نہ کیا جائے اور اہل دیہات سے بھی حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ عرب کی اصل اور اسلام کے پھیلنے کے ذرائع ہیں۔ امیروں سے زکوۃ وصول کر کے غرباء پر تقسیم کریں میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہوں لوگوں کی وسعت و طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیں۔ اور یہ بھی فرمایا: دفن کرنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا

ساری باتیں نہیں ہیں کہ آپ حضور ﷺ کی صحابیت کا نہ صرف عظیم شرف حاصل کر چکے ہیں بلکہ آپ نے اس کا حق بھی خوب ادا کیا ہے اور حضور ﷺ وفات کے وقت آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ نے حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا تمام صحابہ آپ سے خوش ہیں تو فرمایا: جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے شرف کا ذکر کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان و کرم ہے۔ رہا باقی میری یہ کیفیت جو آپ دیکھ رہے ہیں تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے ہے۔ اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس کو فدیہ دیتا۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہے آپ رسول اللہ ﷺ پر اس وقت ایمان لائے جب دوسرے لوگ کفر پر تھے آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ کے راستے میں جہاد کیا جب کہ دوسرے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ وفات کے وقت آپ سے خوش تھے اور آپ کی خلافت کے بارے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس! اپنے الفاظ دہرا دیجئے، میری کیفیت یہ ہے کہ اگر میرے پاس سونے چاندی کا ڈھیر ہوتا تو عذاب دیکھنے سے پہلے اس کو فدیہ کر دیتا۔ (ابن حبان مناقب عمر ۲۱۹۱)

قیس بن ابی حازم نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ کا سر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گود میں تھا آپ نے نبیذ طلب کیا، نوش فرمایا وہ زخم کے مقام سے خارج ہو گیا پاس بیٹھنے والوں نے کہا یہ خون ہے بعض نے کہا نہیں نبیذ ہے تو مشورہ ہوا کہ دودھ پلایا جائے تا کہ معلوم ہو تو بالکل صاف دودھ زخم کے مقام سے خارج ہو گیا۔ وہ خود سمجھ گئے وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ ابن عمر سے فرمایا: میرا سر نیچے رکھ دو انہوں نے تعمیل کی تو فرمایا: اگر میرے پاس مشرق تا مغرب مال ہوتا تو عذاب کے ڈر سے اس کو فدیہ کر دیتا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم آپ کا اسلام دین اسلام کے لئے باعث عزت اور آپ کی امارت باعث فتح تھی۔ آپ نے زمین کو عدل و انصاف سے مالا مال

انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید غشی کی حالت میں یہ فرما رہے ہیں خاموش رہے۔ پھر فرمایا: میرا رخسار زمین پر رکھو، اس وقت بھی رضوان نہ دیا تو تیسری بار ڈانٹتے ہوئے فرمایا میرا رخسار زمین پر رکھ دو، پھر ان کو رخسار کے بل زمین پر لٹا دیا۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے اس وقت میں نے دیکھا آپ کی داڑھی کے بال مٹی پر لگے ہوئے ہیں اور آپ رو رہے ہیں۔ اور آپ کی آنکھوں پر مٹی لگ گئی ہے اور زبان سے کچھ کہہ رہے ہیں میں نے سمجھنے کے لئے کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے: "یا ویل عمر وویل امہ ان لم یتجاوز اللہ عنہ" اگر اللہ تعالیٰ عمر سے درگذر کا معاملہ نہ فرماوے تو عمر اور اس کی ماں کے لئے ہلاکت ہے۔

اسی طرح اس واقعے کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی تقریباً مذکورہ بیان کی طرح روایت کیا ہے محمد بن سیرین فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے اپنے پاس موجود کسی صاحب سے فرمایا: ذرا زخم کی نوعیت دیکھو اس نے ہاتھ ڈال کر عرض کیا آپ کے دل کی رگ کٹ گئی ہے آپ صحت وصیت کیجئے! فرمایا: تم نے سچ کہا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: ہو سکتا ہے میں بے ہوش ہو جاؤں اور کچھ بول نہ سکوں۔ تو خوب سن لو اور تین باتیں لکھو۔ خاص کر محفوظ کر لو۔ (۱) میں نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے۔ (۲) کلالہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر پایا ہوں۔ (۳) میرے تمام غلام آزاد ہیں۔

آپؓ کی وصیت اور نوحہ و گریہ سے ممانعت:

آپ کی کچھ وصیتوں کا تذکرہ شہادت کے باب میں ہو چکا ہے اور کچھ کا تذکرہ اس باب کے تحت ہوگا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک مکتوب میرے حوالے کر کے فرمایا: جب تمام لوگ ایک شخص کو امیر بنانے پر متفق ہو کر اس کو امیر بنا لیں تو اس کو میرا یہ خط دے دینا اور ان کو میری طرف سے سلام پیش کرنا۔ اس مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا: میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور ان مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ جن کے متعلق یہ ارشاد باری ہے

"اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا"

مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ

الصّٰدِقُوْنَ" (الحشر: ۸)

"جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی

رضامندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں

یہی سچے (مسلمان) ہیں"

اور ان مہاجرین کے حقوق کو پہچانے۔ ان کی عزت و احترام کی حفاظت کرنے اور انصار

کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں (جن کے متعلق ارشاد ہے)

"وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ

ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ

یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (الحشر: ۹)

ترجمہ: "اور وہ (مال) ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے

پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن

چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی

نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی

جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے

لالچ سے بچا جائے بس وہی لوگ کامیاب ہیں"

ان کے اچھے کاموں کو قبول کریں اور غلطیوں سے صرف نظر کریں۔ امور مملکت کے

معاملات میں ان سے مشورے کریں۔ اور اللہ کے حقوق اور اس کے رسول کے حقوق اور

عام لوگوں کے حقوق کی پاسداری کی وصیت کرتا ہوں لوگوں کی طاقت سے بڑھ کر ان پر

بوجھ نہ ڈالیں اور ان کے دشمنوں سے لڑیں۔

جویریہ بن قدامہ کہتے ہیں: جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اس سال

میں حج کو گیا تھا۔ اور مدینہ منورہ میں موجود تھا ایک دن دوران خطبہ ارشاد فرمایا میں نے

خواب میں دیکھا ہے ایک مرغ نے مجھے دو مرتبہ چونچ سے مارا (اور اس کی تعبیر یہ بتائی گئی

ہے کہ ایک کافر آدمی کے ہاتھوں قتل ہو گا۔ چنانچہ وہ زخمی ہوئے تو پہلے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
آپ کے پاس عیادت کے لیے گئے پھر عام اہل مدینہ گئے پھر اہل شام گئے، پھر عراقی
وفود کو اجازت طلب کی گئی ان کے ساتھ ان کے پاس جانے کا ترتیب ہوا۔ جو
لوگ بھی ان کے پاس جاتے ان کی تعریف کرتے اور روتے۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو
دیکھا آپ کا پیٹ کالے رنگ کے عمامے سے بندھا ہوا ہے اور خون جاری ہے۔ ہم نے عرض
کیا ہمیں نصیحت کیجئے فرمایا کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی
کتاب پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ہم نے پھر اور وصیت کرنے کی استدعا
کی تو فرمانے لگے۔ میں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں لوگ گھٹتے اور
بڑھتے رہیں گے اور انصار کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ لوگ اسلام کو
تقویت اور پناہ فراہم کرنے والے ہیں اور دیہات والوں کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کو کہتا
ہوں کہ یہ تمہاری اصل اور بنیاد ہیں اور تمہارے ملک کے غیر مسلم شہریوں کے حقوق کی
پاسداری کی وصیت کرتا ہوں یہی کلمات ارشاد فرما کر انہیں اٹھنے کا حکم دیا۔

عمرو بن میمون کا کہنا ہے زخمی ہونے کے بعد فرمایا: علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن
بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بلاؤ وہ سب حضرات تشریف لائے۔ ان میں
سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے فرمایا اے علی! ہو سکتا ہے یہ لوگ آپ کے حق کا ادراک کریں رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ آپ کے رشتے اور آپ ﷺ کے داماد ہونے کے شرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ آپ
کو خلافت کی ذمہ داری سونپیں لہٰذا اگر آپ نے مسند خلافت کو رونق بخشی تو اس کی انجام دہی
میں خوف الٰہی کو مدنظر رکھنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے عثمان! ہو سکتا ہے یہ
لوگ رسول اللہ ﷺ کی دامادی اور آپ کی بزرگی کو مدنظر رکھ کر مسند خلافت پر آپ کو
بٹھا دیں لہٰذا اگر ایسا ہو تو اس معاملے میں خوف الٰہی کو لازم پکڑو۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ
کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ تشریف لائے۔ ان سے فرمایا نماز تم پڑھاؤ یہ ارشاد تین مرتبہ فرمایا۔
اور یہ لوگ ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر خلافت کا معاملہ طے کر لیں۔ جب ایک پر اتفاق
ہو جائے تو مخالفت کرنے والے کی سرکوبی کی جائے۔ یہ لوگ وہاں سے اٹھ کر آئے تو میں

گفتگو کرنے لگے کہ اگر (حضرت علی) کو خلیفہ بنائے تو اچھا ہوتا۔ اور وہ صحیح نہج پر امور خلافت کو چلاتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے مقرر کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ فرمایا میں زندہ اور مردہ اس کا بوجھ اٹھانا نہیں چاہتا۔

ابن سعد کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے مقرر کردہ عمال کو ایک سال کام کرنے دیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سال تک ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ امام شعبی فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وصیت نامے میں لکھا تھا میرے مقرر کردہ عمال کو ایک سال تک معزول نہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقیوں کو چار سال تک برقرار رکھا گیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب مجھے لحد میں اتارو تو میرے رخسار کو زمین پر رکھ دینا تاکہ زمین کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ مقداد بن معدیکرب کہتے ہیں وفات کے وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں فرمانے لگیں اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ امیر المومنین! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عبداللہ! مجھے اٹھا کر بٹھا دو میری ان الفاظ کو سننے کی سکت نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے کے سہارے آپ کو بٹھایا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرا جو حق تیرے اوپر ہے اس کا خیال کر کے یہاں سے اٹھنے کے بعد گریہ کرنا جہاں تک آنکھوں سے آنسو بہنے کا تعلق ہے اس کو روکا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جس مردے پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر رونے سے منع فرمایا۔

ابن سیرین سے روایت ہے: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا وا عمراہ وا اخاہ اے عمر اے میرے بھائی! آپ کے بعد کون ہمارا خیال کرے گا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہرو میرے بھائی! تم نہیں جانتے جس پر گریہ کیا جائے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

وفات کے وقت اظہار درماندگی:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر میری گود میں تھا مجھ سے فرمایا: میرا سر زمین پر رکھ جاؤ میں نے ان کا سر زمین پر رکھا تو فرمایا:

میرے لئے اور میری ماں کے لئے ہلاکت ہے اگر میرے رب نے مجھے معاف نہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سب سے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان کا سر ان کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا۔ فرمانے لگے میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو، میری ران اور سر دونوں ایک جیسے ہیں تین مرتبہ۔ صرار پر عبداللہ نے ان کو رخسار کے بل لٹا دیا، تو یہ فرماتے فرماتے جان دیدی "ویلی وویل امی ان لم یغفرلی"

تاریخ شہادت اور مدت عمرؓ:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی ہوئے جمعرات کے دن وفات پاگئے۔

ابن سعد کہتے ہیں۔ حضرت عمر ۲۳ھ ذوالحجہ (کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے) بروز بدھ زخمی ہوئے ۲۳ھ یکم محرم بروز بدھ مدفون ہوئے، آپ کی خلافت کی مدت دس سال چھ مہینے چار دن تھی، آپ کی کل عمر کے متعلق آٹھ اقوال ہیں۔

پہلا قول: تریسٹھ سال، یہ شعبی کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ دوسرا قول: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے وہ چھیاسٹھ سال۔ تیسرا قول: چھیسٹھ سال کا ہے۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور الزھری کی روایت ہے۔

چوتھا قول: چھپن سال، یہ زید بن اسلم بن عمر کا قول ہے۔ پانچواں قول۔ پچپن سال کا ہے۔ چھٹا قول۔ ستاون سال۔ ساتواں قول اٹھاون سال۔ مذکورہ تینوں اقوال نافع سے مروی ہیں۔ آٹھواں قول: بن قتادہ کا ہے۔ ان کے مطابق اکسٹھ سال ہے۔

غسل، نماز جنازہ اور تدفین:

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا۔ اور کفن دیا گیا اور نماز پڑھی گئی، ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجد نبوی میں جنازہ پڑھا گیا۔

ابن سعد کہتے ہیں۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ فرمایا صہیب رضی اللہ عنہ نے۔

پوچھا حتیٰ کہ تکفین بھی کہیں؟ تو فرمایا چار، پوچھا نماز جنازہ کہاں پڑھائی گئی؟ فرمایا: حضور ﷺ کے حجرہ اور قبر شریف کے درمیان جگہ میں۔

ابن مسیب کہتے ہیں: مسلمانوں نے دیکھا اور غور کیا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا پھر غور کیا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو فرض نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا وہ فرض نماز پڑھاتے رہے تھے کہنے لگے ان کی نماز جنازہ بھی وہی پڑھائیں، چنانچہ صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قبر میں اتارنے کے لئے عثمان، سعید بن زید بن عمرو، صہیب اور عبداللہ رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔

ہشام بن عروہ کہتے ہیں: ولید بن عبدالملک کے زمانے میں حضور ﷺ کی قبر مبارک کے اوپر کی دیوار گر گئی، جب اس کو درست کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو ایک پیر ظاہر ہوا لوگ گھبرا گئے کہ یہ حضور ﷺ کا قدم مبارک نہ ہو، کوئی بھی پہچاننے والا نہیں تھا۔ عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حضور ﷺ کا قدم نہیں ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

(بخاری الجنائز ۱۸۳/۱۰۰۵)

حضرت عمرؓ کی موت پر اہلِ اسلام کی گریہ وزاری:

ابی بن کعب سے روایت ہے فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جبریل نے مجھ سے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر فرشتے ایک کہیں گے

وفات کے وقت لوگوں کی پریشانی کا عالم:

سابق میں حضرت صہیب کا قول ہم نقل کر چکے وہ فرماتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر ایسا لگ رہا تھا گویا جیسی مصیبت اس سے قبل کبھی پیش نہیں آئی۔

احنف بن قیس کہتے ہیں: انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا قریش لوگوں کے سردار و سرکردہ ہیں نہیں داخل ہوگا ان میں کوئی ایک کسی دروازے سے مگر ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تین دن تک نمازیں پڑھائیں اور لوگوں کو کھانا

کھائیں تاکہ لوگ کسی ایک کی خلافت پر متفق ہو جائیں۔ جب دستر خوان لگ گئے تو لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا تو لوگ کھانے کے لئے غم میں تھے کھانے سے رک گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگو! حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ ان کے بعد ہم نے کھانا پینا نہیں چھوڑا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تب بھی ہم کھاتے پیتے رہے لوگوں کا کھانا بند نہیں دیکھا

پھر کھانے کے لئے آگے بڑھے تو دوسرے لوگوں نے بھی کھانا شروع کر دیا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کا اعلان ہوا تو لوگ کہنے لگے قیامت قائم ہوگی۔

جنات کا نوحہ کناں ہونا:

قاسم بن عبداللہ بن انس کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آخری حج کے دوران مدینہ مکہ کے درمیان چل رہے تھے کہ اچانک ایک غیبی آواز آئی جس میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے کی آواز آ رہی تھی، بسیار تلاش کے بعد بھی اشعار پڑھنے والے کا پتہ نہیں چلا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جنات عمر رضی اللہ عنہ پر نوحہ کناں ہیں۔

جزى الله خيرا من امير و باركت — يد الله في ذاك الاديم الممزق

وليت امورًا ثم غادرت بعدها — بوائق في اكمامها لم تفتق

فمن يسع او يركب جناحي نعامة — ليدرك ما قدمت بالامس يسبق

وما كنت اخشى ان تكون وفاته — بكفي سبنتى ازرق العين مطرق

فيا لقتيل بالمدينة اظلمت له — الارض واهتز العضاه بسوق

فلقاك ربي في الجنان تحية — ومن كسوة الفردوس لا تخرق

ترجمہ: ''بہت سے امور آپ کے سپرد کئے گئے پھر آپ ایسی مثال چھوڑ گئے جیسا کہ شگوفوں میں بند خوشبو۔ جو شخص آپ سے کمال کے کئے ہوئے کام تک پہنچنے کی کوشش کرے اس کو ان کی موت کے وقت سخت اور نیلی آنکھوں والے فرشتوں کے ہاتھوں ان کی موت سے مایوس ہوں۔ مرنے کے وہ شہید جو مدینہ میں مقتول ہوئے۔ جن کے مرنے کی وجہ سے زمین پر اندھیرا چھا گیا اور درختوں کے تنے ہلنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ جنت میں تجھ سے ملاقات کرے

آپؓ کے بارے میں دیکھے گئے خواب:

عوف ابن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں میں نے ایک خواب دیکھا گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی ہے لوگ اس کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ تین گز سب سے آگے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: یہ ایسا کیوں ہے؟ کہنے لگے: کیوں کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہیں اور دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے اور وہ شہید کی موت مریں گے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر خواب بیان کیا فرمایا: بیٹے جاؤ ابوحفص (عمر) کو بلا لاؤ، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: عوف اپنا خواب سناؤ خواب بیان کرکے جب میں خلیفہ کے لفظ پر پہنچا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ سب کچھ خواب دیکھنے والے نے دیکھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سارا خواب سنا دو تو میں نے سارا خواب آخر تک سنا دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے، اس وقت میں جابیہ کے مقام پر تھا؟ مجھے بلایا۔ میں جب آیا تو وہ خطاب فرما رہے تھے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا بیان سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: اپنا خواب سناؤ میں نے عرض کیا آپ نے تو اس پر مجھے ڈانٹا نہیں تھا؟ فرمایا: ارے کوئی بات نہیں سناؤ جب خواب سنا دیا تو فرمایا: جہاں تک خلافت کی تعبیر ہے وہ پوری ہو گئی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتا باقی رہا قتل کیا جانا اور شہید ہونا وہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں یہاں جزیرہ عرب میں ہوں؟ مگر اس کے باوجود میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغا میری سرین پر چونچ مار رہا ہے میں اس کو روک نہیں سکتا۔

اعمشؒ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انہوں نے بھی ان کو اس عہدے پر برقرار رکھا۔ ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کرنے گئے ہوئے تھے۔ مکہ میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا ان کے ساتھ بہت سارے غلام اور خدام ہیں۔ فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن یہ غلام کن کے ہیں؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرمایا میرے ہیں۔ فرمایا: کس طرح اور کہاں سے آئے؟ معاذ نے کہا

مجھے بطور ہدیہ ملے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری بات مانو ان سب کو خلیفہ (ابوبکر) کے پاس بھیج دو اگر انہوں نے تمہیں واپس کر دیئے تو یہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اس معاملے میں میں تیری بات نہیں مانوں گا۔ لوگ مجھے ہدیہ دیں اور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دوں؟ رات گذار کر صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے: اے ابن الخطاب! تیری بات مانے بغیر کام نہیں چلتا۔ کیونکہ میں نے رات خواب میں دیکھا گویا مجھے جہنم کی طرف کھینچا جا رہا ہے اور آپ میرا ازار بند پیچھے سے پکڑ کر بچا رہے ہیں۔ ان کو لیکر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا ہوں۔ فرمایا آپ ان کے حقدار ہیں۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پیش کیا انہوں نے کہا یہ سب تیرے ہیں میں نے یہ تجھے دیدیے میں ان کو اپنے گھر لے آیا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو یہ غلام بھی سارے میرے پیچھے صف بندی کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ان سے فرمایا کس کے لئے نماز پڑھ رہے ہو؟ کہنے لگے: اللہ کے۔ فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو اسی کے لئے جس کی عبادت کرتے ہو۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں عمر رضی اللہ عنہ کا پڑوسی رہا ہوں ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ ان کی راتیں نمازوں اور دن روزوں اور لوگوں کی ضروریات و حوائج کی تکمیل میں گذرتے جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھ لوں۔ چنانچہ میری دعا قبول ہوئی خواب میں ان کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا مدینہ کے بازار کی طرف سے سر پر چادر رکھے ہوئے آرہے ہیں میں نے سلام کیا۔ انہوں نے بھی سلام کیا میں نے کہا: کس طرح ہو؟ فرمایا: اچھا ہوں، میں نے کہا: کیسا پایا؟ فرمایا: ابھی ابھی احتساب سے فارغ ہو گیا ہوں میرا وقت قریب تھا کہ مجھے لیکر گر جاتا اگر رؤف و رحیم ذات کی مدد شامل حال نہ ہوتی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست تھے جب عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں انہیں دیکھنے کی دعا کی۔ ایک سال بعد خواب میں زیارت ہوئی۔ دیکھا اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے آرہے ہیں۔ ان سے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: ابھی فارغ ہو کر آرہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم کی مدد نہ ہوتی تو میں گرنے والا ...

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میری بڑی خواہش تھی کہ میں خواب میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں چنانچہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا محل ہے میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ مجھے بتایا گیا۔ یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ اس سے باہر آگئے گویا تازہ غسل کر کے سر کو ڈھانپا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا؟ فرمایا: اچھا برتاؤ ہوا اگر رب غفور کی مدد نہ ہوتی تو میرا تخت گرنے والا تھا مجھ سے پوچھا کہ تمہیں لوگوں سے جدا ہوئے کتنی مدت ہوئی ہے میں نے عرض کیا بارہ سال ہو گئے ہیں فرمایا میں ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں۔

آپؓ کی اولاد اور ازواج کا تذکرہ:

محمد بن سعد نے کہا ہے۔ آپ کی اولاد یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ (۲) عبدالرحمن۔ (۳) حفصہ جو زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح کے بطن سے تھے۔ (۴) زید الاکبر (بے اولاد تھے) (۵) رقیہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی۔ (۶) زید الاصغر (۷) عبید اللہ جو صفین میں مقتول ہوئے ان کی والدہ کا نام ام کلثوم بنت جرول بن مالک بن المسیب بن ربیعہ بن حرام۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے بنت جرول سے جدائی ہوئی۔ (۸) عاصم جو جمیلہ بنت ثابت بنت ابی الاقلح کے بطن سے تھے۔ (۹) عبدالرحمن الاوسط جو ابو المجبر بھی کہلاتے ہیں ان کی والدہ کا نام لہیہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ام ولد تھی۔ (۱۰) عبدالرحمن الاصغر ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔ (۱۱) فاطمہ ان کی والدہ کا نام ام حکیم بنت الحارث بن ہشام تھا۔ (۱۲) زینب۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی ان کی والدہ ام ولد تھی ان کا نام فکیہہ تھا۔ (۱۳) عیاض بن عمر ان کی والدہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالرحمن الاوسط کی کنیت ابو شحمہ تھی۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۲۶۵)

زبیر بن بکار کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ام کلثوم کا خطبہ بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ چھوٹی ہے فرمایا: اے ابو الحسن اس کا نکاح میرے ساتھ کرا دو۔ اس کی شرافت و کرامت کا مجھ سے بڑھ کر کوئی خیال نہیں کر سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو تیرے پاس بھیج دوں گا اگر پسند ہو تو تیرے ساتھ اس کا نکاح کرا دوں گا چنانچہ ایک جوڑا دے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا فرمایا: اس سے

حضرت عمرو بن العاصؓ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کر کے آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے: حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ کا خوف سب سے زیادہ رکھنے والا عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ وہ حق کے معاملے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے چاہے بیٹا ہو یا باپ۔ کہنے لگے ایک مرتبہ میں مصر میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ چاشت کا وقت تھا۔ ایک شخص میرے پاس آیا۔ کہنے لگا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمن جہاد کے لئے مصر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں کہنے لگا: مصر کے فلاں مقام پر۔ میرے لئے مسئلہ یہ تھا کہ کچھ دن قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا میرے خاندان والوں میں سے کوئی تیرے پاس آ جائے تو ان کے ساتھ عام رعایا سے بڑھ کر کوئی رعایت نہ کرنا عام رعایا کی طرح ان کے ساتھ برتاؤ کرنا اگر اس کے خلاف کرو گے تو اس کا انجام بھی بھگتو گے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا مگر اس خط کی وجہ سے ڈر بھی رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اور ایک شخص نے آ کر بتایا: عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوسروعہ دروازے پر کھڑے ہیں آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ میں نے اندر آنے کی اجازت دی۔ اندر داخل ہوئے مگر اتری سے لگ رہے تھے اور کہنے لگے: ہم پر اللہ کی حد نافذ کیجئے۔ ہم رات شراب پی کر نشے میں ہو گئے تھے۔ میں نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور ٹال دینے کی کوشش کی۔ تو عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حد نافذ نہیں کرو گے تو جب ہم مدینہ جائیں گے تو ابو کو بتا دوں گا۔ فوراً میرے خیال میں آیا۔ اگر اس حد کو نافذ نہ کروں تو امیرالمؤمنین ناراض ہوں گے اور مجھے معزول کر دیں گے میں اس کشمکش کی کیفیت میں تھا۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ میں نے اٹھ کر خوش آمدید کہا میں نے ان کو اپنی جگہ پر بٹھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر بیٹھنے سے انکار کیا کہ والد محترم نے انتہائی ضرورت کے بغیر آپ کے پاس آنے سے منع فرمایا ہے اب ایک انتہائی کام کے سلسلے میں آیا ہوں۔ وہ یہ کہ میرا بھائی لوگوں کے سامنے سر منڈوانا نہیں چاہتا۔ باقی رہی حد وہ جہاں چاہے لگا دیں (طریقہ یہ تھا حد کے ساتھ سر بھی منڈوا دیا جاتا) چنانچہ میں نے ان کو اپنے گھر کے صحن میں حد لگائی اور عبداللہ نے ان کو گھر کے ایک کمرے میں جا کر سر

صاحب کتاب کہتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کوئی حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان نہ کرے کہ انہوں نے شراب پی لی تھی بلکہ انہوں نے نبیذ پی تھا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید نشہ آور نہ ہوگا۔ اسی طرح ابو سروعہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبیذ ہی نوش کیا تھا۔ اور حضرت ابو سروعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے ہیں۔ نبیذ نوش کرنے کے بعد جب نشے کی حد کو پہنچے تو اپنی تطہیر کی طرف توجہ کی اور خود حد لگوانے کی خواہش کی اگرچہ صرف ندامت اور پشیمانی ہی کافی تھی۔ مگر انہوں نے بس یہ اکتفا نہیں کیا۔ حد کے ذریعے سے تطہیر کی خواہش ظاہر کی۔ جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کوڑے لگائے یہ بطور حد کے نہیں تھا۔ کیونکہ حد میں تکرار نہیں ہوتا۔ البتہ صرف تادیب کے لئے تھا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی کہ ان کے ایک بیٹے نے اپنے گھر کی دیواروں کو پردے سے ڈھانپ دیا ہے۔ تو فرمانے لگے۔ اگر واقعۃً ایسا کیا ہے تو میں اس کے گھر کو جلا ڈالوں گا۔

لوگوں کی زبانوں سے آپؓ کی تعریف:

ہر خاص و عام کی زبان پر آپ کی تعریف تھی ان میں سے بعض خاص اشخاص لوگوں کی تعریفات کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔ حضرات صحابہ میں مندرجہ ذیل افراد ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ:

آپ کا تذکرہ سابق میں ہو چکا جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا: تم عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر خدا کو کیا جواب دو گے؟ فرمایا: میں عرض کروں گا۔ آپ کے بندوں میں سب سے بہترین شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ اسی طرح ایک موقع پر کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ فرمایا: اگر وہ اس کو قبول کریں تو وہ خلیفہ ہیں۔ اس جیسے بہت سے کلمات تعریف ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان بن عفانؓ:

حضرت امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جب میرا خط موصول ہو جائے تو لوگوں کے عطیات (تنخواہیں) دیکر زائد مال زیاد کے ہاتھوں میرے پاس بھیج دو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حکم

واپس آئے، میرا یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے ساتھ ملائے گا۔ اس روایت کو امام بخاری نے تخریج کیا ہے صحیح حدیث ہے۔ امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

ابو جعفر جعفر بن محمد، عون بن ابی جحیفہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے علیحدہ علیحدہ روایتوں میں بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد تکفین کے بعد جنازہ کے لئے رکھا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرہانے کے پاس کھڑے ہو کر چہرہ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابو حفص، رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے محبوب چیز جس کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں آپ ہی کا چہرہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جا کر تکفین کے بعد روضہ مطہر اور منبر رسول ﷺ کے درمیان نماز جنازہ کے لئے جب رکھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے فرمایا ھو ھذا (یہ وہی ہے) اس کلمہ کو تین بار دہرایا پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمادے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت باقی نہیں رہی جس کے صحیفے (اعمالنامے) کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کروں۔

ابو مجلزؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر کا مرتبہ ہم نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد سمجھا کہ وہ ہم سب سے افضل ترین شخصیت ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ سمجھا کہ وہ ہم میں افضل ہیں۔

امام شعبیؒ نے فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب و زبان پر سکینہ و اطمینان بول رہا ہے۔ طارق ابن شہاب کہتے ہیں ہم کہا کرتے تھے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔

امام شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: وہ فرمایا کرتے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل، حلیم و بردبار شخصیت کے مالک تھے اور عمر رضی اللہ عنہ مخلص اور اللہ تعالیٰ کے دین کے خیر خواہ تھے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا: جب حضرات صحابہ کثیر تعداد میں جمع ہوتے تو بخدا ہم دیکھتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر سنائی وہ اس روز شدید غمگین تھے میں نے ان کو اس دن
جیسا غمزدہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رواں کی صورت بہہ رہے
تھے۔ پھر فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کتے کو پسند کرتے تھے تو
وہ کتا مجھے محبوب ہے اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر تو درخت بھی غمگین ہیں
ایک اور روایت میں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ہر شے غمزدہ ہے حتیٰ کہ آبادیوں پر
بھی غم و فراق طاری ہے پھر فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی کتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے محبت کرتا ہے واللہ اس کتے سے میری محبت ہوگی۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! ہم نے جب بھی دیکھا عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں
کے سامنے فرشتے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے تھے۔

حضرت ابووائل کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ
کا علم اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور پوری روئے زمین کا علم دوسرے پلڑے
میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا پھر بھی بھاری ہوگا ایک مرتبہ ارشاد فرمایا میرا خیال ہے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کا ۹/۱۰ حصہ اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابن وہب کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایسے
قرآن سناؤ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے سکھایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سب
سے زیادہ کتاب کا علم رکھنے والے اور اللہ کے دین کا فہم رکھنے والے تھے۔

حضرت زر فرمایا کرتے تھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے
تھے ہم خیال کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی فرشتہ کرتا ہے۔ اور ہم یہ بھی گمان
کرتے تھے کہ شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے کہ ان کو کسی غلطی کرنے پر نہیں اکسا سکتا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
اسلام قبول کرنا فتح تھا ان کی ہجرت کرنا دین کی نصرت اور ان کی امارت رحمت ہے۔

۹۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے تعریفی الفاظ:

آپ فرمایا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام مسلسل ترقی کی
شاہراہ پر گامزن تھا، جب ان کا انتقال ہو گیا تو تنزلی شروع ہو گئی جو تا حال جاری ہے۔

۷۔ حضرت ابوطلحہ الانصاریؓ کے کلماتِ خیر:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، واللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت سے ہر گھر میں دینی اور دنیاوی نقص واقع ہوا۔

۸۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کے الفاظ:

سعد فرماتے ہیں ایک مرتبہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دورانِ سفر اپنے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے جا رہے تھے اللہ اکبر ابن حنتمہ (عمر) کتنے عظیم آدمی ہیں۔

۹۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے توصیفی کلمات:

عروہ بن قیس البجلی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے شام بھیج رہے تھے وہاں سے ہند کا رخ کرنے کا حکم تھا۔ تھے میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص گویا ہوئے امیر المومنین ذرا صبر کیجئے، بہت سارے فتنوں کا ظہور ہوا ہے۔ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن الخطاب کی موجودگی میں فتنوں کا ظہور؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ان کے بعد ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے تعریفی الفاظ:

عبداللہ بن سارہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ کے بعد پہنچے۔ کہنے لگے: اگرچہ تم لوگ نمازِ جنازہ میں مجھ سے سبقت لے گئے مگر ان کے متعلق تعریفی کلمات میں سبقت نہیں لے جا سکتے۔ پھر جنازے کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے اے عمر! تم اسلام کے بہترین بھائی تھے۔ حق کے معاملے میں سخی اور باطل کے بارے میں بخیل اللہ کی رضا مندی کے موقع پر راضی اور ناراضگی کے وقت ناراض بے جا کسی کی تعریف کرتے نہ عیب جوئی۔ پاکیزہ نگاہ والے تھے۔

﴿حضرات صحابیاتؓ کے توصیفی کلمات﴾

۱۔ حضرت عائشہؓ کے تعریفی الفاظ:

حضرت قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں جس نے بھی ابن الخطاب کو دیکھا وہ سمجھ گیا کہ عمر اسلام کو مستغنی و بے نیاز کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وہ ہر کام کے ماہر تھے، تمام امور کی انجام دہی کے لئے اپنے تمام پہلوؤں کو تیار کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرمایا کرتی تھیں اپنی مجالس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر اور عمر بن الخطاب کے تذکرے سے مزین کرو۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتی تھیں۔ جب تم عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہو تو مجلس پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ ام ایمنؓ کی تعریف:

طارق ابن شہاب کہتے ہیں: ام ایمن رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں جس روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آفت آگئی اس روز اسلام پر بھی آفت آ پڑی۔

۳۔ شفا بنت عبداللہؓ کے الفاظ:

ابو عمر کہتے ہیں: شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ کچھ جوانوں کو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور بالکل آہستہ آہستہ بات چیت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: نیکی کر رہے ہیں۔ فرمایا واللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بولتے تو سنائی دیتا، جب چلتے تو تیز تیز چلتے، جب مارتے تو زور سے مارتے حقیقی نیکی کرنے والے تو وہ تھے۔

﴿حضرات تابعین کی ثناء و تعریف﴾

۱۔ حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت علی بن الحسینؒ کے تعریفی الفاظ:

جب ان سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے ہاں ابوبکر و عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: آج ان کا جو مرتبہ ہے۔ وہی تھا۔ آج وہ حضور ﷺ کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

۲۔ امام شعبیؒ:

امام شعبیؒ فرمایا کرتے تھے جب لوگ کسی مسئلہ میں مختلف ہو جائیں تو دیکھو عمر رضی اللہ عنہ کا اس کے متعلق کیا معمول تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اشعثؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن سیرینؒ سے پوچھا تو فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جاننے والا ہے تو اس سے بچتے رہو۔ امام شعبیؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: جس شخص کو قضاء کے متعلق معتمد فیصلے پسند ہوں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو اخذ کرے۔

۳۔ حضرت حسن البصریؒ:

وہ فرمایا کرتے تھے اگر تم اپنی مجالس کو معطر کرنا چاہو تو اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو گھرانے غمگین نہیں وہ برے لوگ ہیں۔

۴۔ مجاہدین خیبر کے تاثرات:

فرماتے ہیں: ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شیاطین زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب ان کو قتل کر دیا گیا تو وہ زمین میں پھیل گئے۔

۵۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن سیرینؒ کے خیالات:

حضور ﷺ کے بعد سب سے زیادہ بارعب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی۔

فرمایا: "انت مع من احببت" تیرا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے تیری محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے فرمان "انت مع من احببت" سے مجھے بہت خوشی ہوئی جو اسلام لانے کے بعد ہمارے لئے بہت بڑی خوشی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہوں، میری امید ہے کہ میرا حشر ان کے ساتھ ہوگا اگرچہ عمل ان کی طرح نہیں کر سکتا۔

(بخاری باب مناقب عمر، مسند احمد ص ۲۱۲/۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن کچھ اقوام کو لایا جائے گا۔ دربار الٰہی میں ان کو پیش کیا جائے گا، جہنم کی طرف انہیں لے جانے کا حکم ہوگا۔ جب جہنم پر مامور فرشتے ان کو لے جائیں گے اور جہنم کے قریب کر دیں گے اور مالک (داروغہ جہنم) اس کو پکڑنے لگے گا تو اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو حکم دے گا۔ ان کو واپس لے آؤ، فرشتے ان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے وہ دربار الٰہی میں طویل مدت تک کھڑے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اے میرے بندو! میں نے تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو گئے تھے، مگر میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا۔ کیونکہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرتے تھے۔

یحییٰ بن اسماعیل بن سلمہ بن سہیل کہتے ہیں۔ میری ایک بہن تھی، عمر میں مجھ سے بڑی تھی۔ اس کی عقل ماؤف ہو گئی۔ اس کو لوگوں سے وحشت ہونے لگی، تقریباً دس سال تک ایک ہی کمرے میں مقیم رہی، مگر اس کے باوجود پاکی اور نماز کا بڑا اہتمام تھا۔ جس وقت عقل کام نہ کرتی۔ ہوش آنے کے بعد ان اوقات کی نمازوں کا حساب لگا کر بالترتیب ادا کرتی۔ ایک رات میں سو رہا تھا نصف شب کے قریب اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے کہا کون ہے جو اس وقت آیا ہے۔ آواز آئی میں ہوں۔ تعجب میں نے کہا: میری بہن؟ کہنے لگی ہاں تیری بہن، میں نے کہا تشریف لائیے، میں نے دروازہ کھولا وہ اندر داخل ہوئی۔ قریباً دس سال کا عرصہ گذر گیا تھا وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی، میں نے کہا باجی! بے وقت تشریف لائی ہیں خیر تو ہے؟ کہا خیر ہے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اصل میں اسی

رات میں نے خواب دیکھا خواب میں کسی نے مجھے سلام کیا۔ کہنے لگا: السلام علیکم یا محمد!
میں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے تیرے والد اسماعیل کی تیرے دادا سعد کی
وجہ سے حفاظت فرمائی اور تیری حفاظت کی تیرے والد اسماعیل کے بیٹے اگر چاہو تو میں
تیرے لئے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ تیری بیماری کو دور کر دے، چاہو صبر کرو جس کے بدلے
اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے
تیری سفارش کی ہے۔ اس لئے کہ تیرے والد اور دادا ان کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ میں
نے کہا: اگر دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری ہے تو میں صبر کرتی ہوں جس کے
بدلے مجھے جنت ملے گی مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کی نعمت
سے بھی نواز سکتا ہے اور جنت بھی عطا فرما سکتا ہے۔ کہنے لگی اس کے بعد آواز آئی کہ اللہ
تعالیٰ نے دونوں نعمتوں کو تیرے لئے جمع فرما دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ
محبت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرے والد اور دادا سے خوش ہے اور تجھے دونوں نعمتوں
سے سرفراز فرما دیا اٹھو بیٹے چلی جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری کو دور فرما دیا۔

حبیب بن سلام المقری فرماتے ہیں: میں ایک شیخ کے پاس حضرت حمزہ کی قراءت پڑھ
رہا تھا، جو بغداد میں تول نامی محلے میں رہتے تھے، ان کے ایک شاگرد کا انتقال ہوا خواب
میں شیخ کو نظر آیا۔ شیخ نے اس سے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ عرض
کیا: اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا۔ شیخ نے پوچھا منکر نکیر کے سوالات کا کس طرح جواب دیا؟
کہنے لگا: استاذ جی! جب انہوں نے مجھے بٹھایا تو کہنے لگے: من ربک؟ من نبیک؟ اللہ
تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈال دی میں نے کہا: بحق ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ۔ تو
انہوں نے سوال و جواب کرنا ہی چھوڑ دیا کہنے لگے اس نے تو بہت بڑے ناموں کو لیکر قسم
کھائی۔ اس سے تعرض مت کرو، یہ کہہ کر چلے گئے۔

محمد بن القطان کہتے ہیں میں نے بشر بن الحارث کو دیکھا کہ اس نے ایک درہم میں
مشک خریدا اور اسے لیکر پھرنے لگا کہ کہیں زمین پر کاغذ کا ایسا ٹکڑا پڑا ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام
لکھا ہوا ہو وہ اس کو اٹھاتا، اس پر مشک لگاتا اور ایک محفوظ جگہ پر رکھ کر کہتا: اس طرح کرنا
چاہیے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے فرمایا: ایک مرتبہ مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا اٹھایا اس پر

اللہ تعالیٰ کا نام تو نہیں تھا، اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے۔ اے بشر! تم نے کاغذ کے اس ٹکڑے کو چھوڑ دیا، جس میں دو ایسے اشخاص کے نام لکھے ہوئے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

حضرت عمرؓ سے بغض و عداوت کرنے کا انجام:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مؤذن کا بیان ہے ایک مرتبہ میں اور میرا چچا عمران کی طرف نکل گئے سفر میں ہمارے ساتھ ایک شخص تھا، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ہم اس کو منع کرتے تھے، مگر وہ باز نہیں آتا تو ہم نے اس سے کہا: تم ہمارے ساتھ نہ چلو ہم سے جدا ہو جاؤ، چنانچہ وہ ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ جب ہماری واپسی کا وقت ہوا تو ہم نے کہا اس شخص کو اپنے ساتھ واپس لے جانا چاہیے۔ ہم نے اس کے غلام سے کہا: تم اپنے آقا سے کہو کہ ہم سے ملے، اس نے کہا: میرا آقا تو بہت بڑے حادثہ کا شکار ہو گیا ہے اس کے دونوں ہاتھ مسخ ہو کر خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ تو ہم اس کو دیکھنے کے لئے گئے۔ اس کو کہا: ہماری طرف لوٹ آؤ کہنے لگا، مجھے تو سخت پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ دکھائے تو بالکل وہ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے تھے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر ایک زوردار چیخ ماری پھر مکمل شکل و صورت اس کی مسخ ہو گئی اور وہ ہم سے چھپ گیا ہم اس کے غلام اور اس کے سامان کو لیکر کوفہ لوٹ آئے۔

ابوالحیا کہتے ہیں: ایک شخص نے واقعہ سنایا۔ ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک شخص ہمارے ساتھ چل پڑا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم نے اس کو روکا مگر اس نے اپنی بکواس جاری رکھی۔ وہ اپنی کسی ضرورت کی غرض سے ہم سے جدا ہوا۔ تو شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کے جھنڈ اس پر حملہ آور ہوئے اس نے چیخ لگا کر ہم سے مدد طلب کی ہم کوشش بسیار کے باوجود اس کو چھڑا نہ سکے۔

خلف بن تمیم کہتے ہیں۔ ابوالخصیب بشر نے مجھے واقعہ سنایا کہنے لگے میں تجارت کرتا تھا اور میری مالی حالت بہتر تھی، ابن ہبیرۃ کے دور حکومت میں مدائن میں رہائش پذیر تھا ایک دن میرا نوکر میرے پاس آیا کہنے لگا مدائن کے مسافر خانے میں ایک میت پڑی ہے۔ کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں مل رہا ہے چنانچہ میں جلدی سے وہاں گیا دیکھا ایک شخص پڑا ہوا ہے

چہرے پر کپڑا پڑا ہوا ہے اور پیٹ کے اوپر ایک اینٹ ہے، اس کے ساتھی اس کے آس پاس کھڑے ہیں اس کے ذکر و عبادت اور فضیلت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے کفن منگوانے کے لئے آدمی بھیج دیا، اور قبر کھودنے کے لئے گورکن کو بلایا اور غسل دینے کے لئے پانی گرم کرنے لگے ہی تھے کہ میت نے چیخ کر چھلانگ لگائی اور شور مچانے لگی وائے ہلاکت وائے جہنم کی آگ، اس کے ساتھی خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے، کسی نے بھی اس کے قریب جانے کی جرأت نہیں کی، میں اس کے قریب گیا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اس کو حرکت دیکر پوچھا کیا ہوا تجھے کیا پیش آیا؟ کہنے لگا: میں کوفہ کے اندر چند بوڑھوں کے ساتھ ہمنشین ہوا، انہوں نے مجھے ورغلا کر اپنا ہم مذہب بنا لیا، ان کا مذہب تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ پر تبرا اور ان کو گالی دینا۔ بشر کہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا: استغفار کرو اور توبہ کرو، اس نے کہا: اب استغفار و توبہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے میری جگہ کی طرف لے جاؤ جو آگ ہے۔ اور مجھے دکھائی گئی ہے، اور مجھے کہا گیا ہے۔ جاؤ تم نے جو دیکھا ہے اس کو اپنے احباب کو بتا آؤ۔ یہ کہہ کر وہ اپنی حالت پر آ گیا۔ تھوڑے انتظار کے بعد کفن کا کپڑا آ گیا۔ میں نے اس کو لیکر کہا میں اس کو ضرور جھلاؤں گا اور کفن دیکر اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ پھر ان کے ساتھیوں کو بلا لایا انہوں نے اس کو نہلا کر نماز پڑھا کر دفن کر دیا۔ خلف (راوی) کہتے ہیں میں نے بشر سے کہا: بشر! تم نے واقعہ ایسا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا اور ان کانوں سے سنا۔

عمار بن سیف الضبی کے چچا ابو الحباب کا بیان ہے، کہتے ہے ایک مرتبہ ہم سفر جہاد میں تھے، سمندر کا سفر تھا، موسیٰ بن کعب ہمارے سربراہ تھے۔ ہمارے ساتھ قافلے میں کوفہ کا ایک شخص تھا۔ ابو الحجاج اس کا نام تھا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے لگا، ہم نے اس کو ڈانٹا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کو روکا مگر وہ باز نہیں آیا۔ اتنے میں ہم ایک جزیرے میں پہنچ گئے اور ظہر کی نماز کی تیاری کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور ساتھی ادھر ادھر چلے گئے اتنے میں کسی نے آ کر کہا: ابو الحجاج کو شہد کی مکھیوں نے مار ڈالا، ابن المبارک نے کہا: ابو الحباب نے مجھے بتایا ہم نے اس کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودنے کی کوشش کی مگر زمین سخت ہو گئی، کسی جگہ پر بھی ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔ تو ہم نے زمین کے اوپر ہی اس کو رکھ کر

اس کے پاس گئے تو دیکھا اس کے گلے میں جہاں سے ذبح ہوا تھا ایک لکیر سی ہے۔

ابوبکر المصری کہتے ہیں: ایک ایسے شخص کا انتقال ہو گیا جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا اور فرقہ جہمیہ سے تعلق رکھتا تھا کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہاں ننگا ہے اس کے سر پر کالی پٹی بندھی ہوئی ہے اور شرمگاہ پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ کہنے لگا: میرا حشر بکر نقیس اور عون بن الاعمر زندیقوں کے ساتھ ہو گیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: میں صبح سویرے اندھیرے میں نماز کے لئے مسجد جایا کرتا تھا۔ میرے ایک پڑوسی کا کتا تھا جو لوگوں کو کاٹنے کا عادی تھا ایک دن صبح سویرے میں جا رہا تھا کتا راستے میں تھا میں کتے کے ہٹنے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ راستے سے ہٹے گا تو آگے جاؤں گا تو کتا بول پڑا کہنے لگا: اے ابوعبداللہ! گزر جائیے، میں ان لوگوں کو کاٹنے پر مامور ہوں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں۔

ابو روح نے کہا: ایک شیعہ شخص نے مجھ سے بیان کیا کہنے لگا: ایک مرتبہ ہم مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا جس کے چہرے کا آدھا حصہ کالا اور آدھا سفید تھا، کہنے لگا: لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرلو، میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا، ایک رات میں نے خواب دیکھا ایک شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور کہا: اے اللہ کے دشمن اے فاسق! تم ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو؟ جب صبح ہوئی تو دیکھا میری یہ حالت تھی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل کا بیان ہے، ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا جو رافضی تھا، اس کے دو خچر تھے، ایک کا نام ابوبکر دوسرے کا عمر رکھا تھا۔ ایک دن ان میں سے ایک نے اس کو ٹانگ سے مار کر قتل کر دیا۔ ہم نے ابوحنیفہؒ کو اس کی اطلاع دی تو فرمایا: اسی خچر نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے عمر رضی اللہ عنہ رکھا تھا۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا واقعی اسی نے مارا تھا۔

عبداللہ بن الحسن الحلبی کا بیان ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک نہایت صالح شخص رہا کرتا تھا، جو یوسف بن الحسن ابراہیم الخیاط کے نام سے معروف تھا، بغداد کے وقت ابوالحسن بن بویہ کے مشرقی جانب ایک فوجی کمانڈر جو دیلم کے رہنے والے تھے رہا کرتے تھے جن

لیا، جب واپس جاؤ تو اس کو کہہ دو رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے فرمایا ہے۔ اے اللہ
کے دشمن! انتیس تاریخ کے دن بغداد آنے کے موقع پر تجھے جہنم کی خوشخبری ہو۔ میں بیدار ہو
کر وہاں سے چل پڑا اور بغداد چلا آیا، جب میں اس کے محلے کے پاس سے گذر رہا تھا تو
مجھے سخت فکر لاحق ہوئی، اور میں نے کہا: یہ بد اخلاق شخص ہے۔ اس کے پیغام کو تو میں نے
رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو نہ پہنچاؤں۔ جو بھی ہو آپ کا
پیغام ضرور پہنچاؤں گا چاہے مجھے قتل کر دے، یا قید کر دے، چنانچہ میں بتانے کا عزم مصمم
کر کے اس کی طرف چل پڑا اپنے گھر کی طرف نہیں گیا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑتے ہی فوراً اس
نے کہا: وقاق! میرے پیغام کا کیا بنا۔ میں نے کہا تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ
نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا: وہ کیا ہے؟ تو میں نے اپنا خواب اس کے سامنے
بیان کیا۔ تو اس نے کہا: تجھے قتل کرنا میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور بہت ساری گالیاں
دیں اس کے ہاتھ میں اسلحہ تھا، اس کو ہلا کر بولنے لگا میں اس دن تک تیرے قتل کو موخر کرتا
ہوں جس دن کے بارے میں تم نے تذکرہ کیا۔ اس دن کے بعد اس اسلحے سے تجھے قتل کر
ڈالوں گا۔ وہاں موجود لوگوں نے مجھے سخت ملامت کی اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو
اصطبل میں قید کر لو اور باندھ لو، چنانچہ میں محبوس ہو گیا میرے گھر والوں کو پتہ چلا وہ آئے،
اور مجھ کو ملامت کرنے لگے۔ اور رونے لگے، میں نے کہا: جو ہونا تھا ہو گیا میں وقت سے
پہلے ہرگز نہیں مروں گا۔ موت کو اپنے وقت مقررہ پر ہی آنا ہے۔ اس طرح ایام گذرتے
گئے، لوگ میرے بارے میں پوچھتے رہے اور فکر مند رہے، میری حالت زار پر رحم کرتے
تھے حتی کہ ستائیس دن گذر گئے، اٹھائیسویں دن جعفر نے دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں فوج
کے بڑے بڑے کمانڈروں کو مدعو کیا اور شراب کا دور چلا، جب رات کا نصف حصہ گذر گیا۔ تو
ایک خفیہ خبر رساں نے آکر مجھے بتا دیا کہ کمانڈر دیلمی سخت بخار کی لپیٹ میں آگیا ہے، سارا
پروگرام درہم برہم ہو گیا اور سارا گھر بکھرا پڑا ہے، اسی طرح ہماری کیفیت میں ایک دن
گذر رات انتیسویں شب کے آدھا حصہ گذرنے کے بعد خفیہ خبر رسانے والے نے آکر کہا: اے
وقاق! دیلمی مر گیا۔ اس نے میری رسی کی گرہیں کھول دیں۔ جب صبح ہوئی ہر طرف سے
لوگ جمع ہو گئے فوج کے سرکردہ لوگ اس کی تعزیت کے لئے آئے اور مجھے وہاں سے نکال

کہ لوگ آگے پیچھے ہو کر چل پڑے۔ اور لوگ بار بار اس واقعہ کے بارے میں دریافت کرتے رہے اور میں [illegible]۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے روافض کا ایک جم غفیر اپنے غلط نظریات سے تائب ہو گیا۔ اور چھوٹ گیا۔

سعید بن عبدالرحمن بن ابی ابزی کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا: اگر آپ کسی شخص کو ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا سنو گے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے؟ فرمایا: میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

محمد بن یحییٰ الواسطی سے روایت ہے کہ: میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی فرمایا: یہاں کچھ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ دونوں میرے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہیں، جس نے انہیں برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔

تم الکتاب

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ علی سیدنا محمد خاتم النبیین

و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ اجمعین